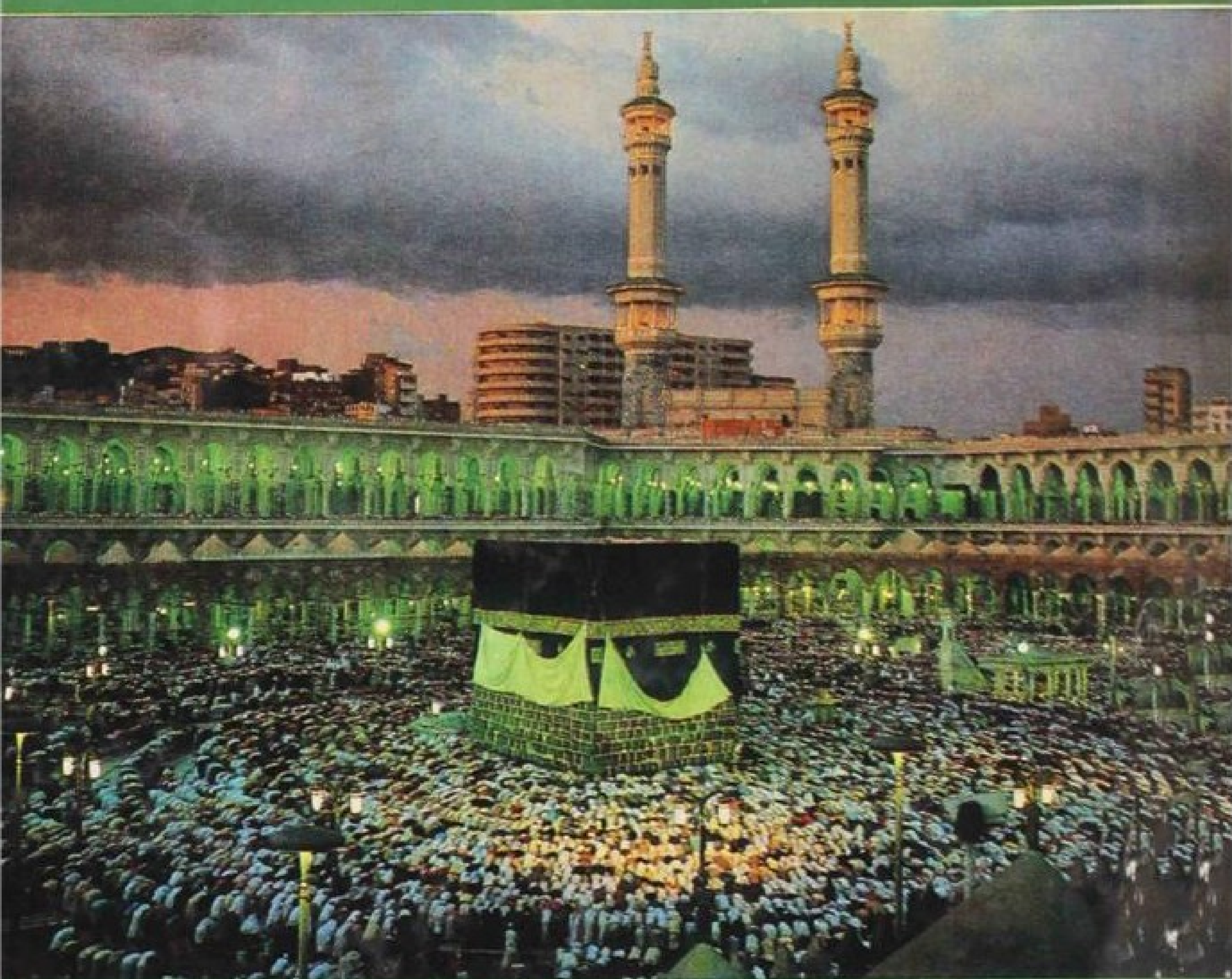
# اللہ و رسولؐ



ابوالاِمتیاز، ع۔س مُسلم



# اللہ و رسولؐ

ابو الامتیاز ۔ ع ۔ س مُسلِم

# ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم کی تصانیف

**حمد و نعت** سنہ ۱۹۸۴ء

حمدیں، مناجاتیں، نعتیں

**کاروانِ حرم** (دشمنِ مسلم) سنہ ۱۹۸۸ء

عکسِ سفرِ حرمین الشریفین

**اللہ و رسولؐ** سنہ ۱۹۹۳ء

حمدیں، نعتیں، منقبت

**کعبہ و طَیبہ** سنہ ۱۹۹۳ء

فریادیں، حمدیں، نعتیں، ترانہ

**زمزمۂ سلام** سنہ ۱۹۹۳ء

مجموعۂ سلام بحضور سرورِ کونینؐ

**زمزمۂ درود** سنہ ۱۹۹۳ء

مجموعۂ سلام بحضور سرورِ کونینؐ

**ایک ٹہنی کے پھول** سنہ ۱۹۵۶ء

افسانے

**اوس اور کرنیں** سنہ ۱۹۶۲ء

غزلیں، نظمیں، گیت

**اردو مرثیہ کے پانچ سو سال**

(تالیف)۔ تاریخ و انتخاب سنہ ۱۹۶۰ء

**زیرِ ترتیب**

برگِ تر (نظمیں، گیت)

غزلوں کا مجموعہ

**ہماری کتابوں کا امتیازی سلسلہ**

بچوں اور طالب علموں کے لئے

**ہمارا دین**، بنیادی عقاید (نظم)

**ہماری تعلیم**

اسلامی و دینی تعلیمات (نظم)

**ہماری ہدایت**

آدمؑ سے تا رسولِ کریمؐ سلسلۂ ہدایت (نثر)

**ہماری ملت**

قومی و ملی وحدت (نظم و نثر)

**ہمارا پاکستان**

تعمیر و حُبِ وطن (نظم)

**ہم پاکستانی بچے**

تعمیرِ اخلاق و حُبِ وطن (نظم)

**ہماری سائنس**

علم و ایجادات (نثر و نظم)

**ہماری لوریاں اور جھولے**

ماؤں اور بہنوں کے لئے (نظم)

**ہمارے گیت**

ماؤں بہنوں اور بچوں کے لئے (نظم)

**ہم پھول اِس آنگن کے**

ننھے لاڈلوں کے لئے (نظم)

# اللہ و رسُول

ابوالامتیاز ع س مسلمؔ

مقبول اکیڈمی شاہراہ قائدِ اعظم لاہور

سنہ ۱۹۹۳ء

مقبول اکیڈمی
دیال سنگھ مینشن شاہراہ قائدِ اعظم لاہور

قیمت :- ۱۰۰/۰۰ روپے

پرنٹرز : معظم پرنٹرز۔ لاہور۔

# ترتیب

## رسولؐ

## حلیمہ محمدؐ کو گود لیتی ہیں ۱۵۱

# تشکر

برادرم محترم حفیظ تائب استاد اورینٹل کالج، جامعہ پنجاب کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کروں، جنہوں نے اللہ و رسول ؐ کی ترتیب میں اپنے گراں قدر مشوروں اور اصلاح سے نوازا، اور بلطفِ مزید ضمیرِ اشعار میں غوطہ زن ہو کر گوہرِ معانی چنے اور پھر اپنے مخصوص اندازِ تحریر میں بعنوان "پیشوائی" انہیں اپنے بسیط مقدمے کے رشتۂ الفاظ میں پرو کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

اخی المکرم راغب مراد آبادی کی عنایت ہمیشہ میرے شاملِ حال رہی ہے حسبِ معمول بیش قدر مشوروں کے علاوہ انہوں نے رباعی میں "اللہ و رسول" کی تاریخ اشاعت فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں اصحاب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

ابوالامتیاز ع س مسلمؔ

## عرضِ مصنّف

ہر چند کتاب بہت پہلے مرتب ہو چکی تھی لیکن بوجوہ اس کی اشاعت کی نوبت بہت تاخیر کے بعد آئی اس لئے اِس میں چند ایسی حمدیں اور نعتیں بھی شامل کر دی گئی ہیں جو ترتیبِ کتاب کے بعد وارد ہوئیں۔ اور جن کی اشاعت روکنا بلاجواز ہوتا۔

ابوالامتیاز ع س مسلمؔ

کراچی، جمعۃ المبارک ۲۴ ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ
بمطابق ۴ اکتوبر ۱۹۹۱ء

## رباعی

مجموعۂ حمد و نعت جنت کا ہے پھول
اللہ و رسولؐ اس کو فرمائیں قبول

تاریخِ اشاعت اس کی ہے اے راغب
مرغوب ہے اوجِ شانِ اللہ و رسولؐ

۱۹۹۲ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# پیشوائی

نعت نگار کے ذہنی پس منظر کو سامنے لانے کے لئے، ان کی زندگی کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے، جو اُن کی کتاب "حمد و نعت" میں فراہم کردہ معلومات اور رحمت وقف کے تعارف نامے سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس خاکے میں وہی کوائف جمع کیے گئے ہیں، جو اُن کی نعت گوئی کے محرکات و میلانات کی تفہیم میں معاون ثابت ہوں گے۔

حضرتِ ابو الامتیاز ع۔ س۔ مسلم کو ملّی شعور وراثت میں ملا۔ جس ماحول میں اُنھوں نے آنکھ کھولی، وہ چکّی کی مدھر موسیقی کے ساتھ پنجابی۔ پوربی نعتوں اور ذکرِ الٰہی کے کلماتِ طیّبات سے معمور رہتا تھا۔ تعلیمی مشاغل کے ساتھ ساتھ رفاہی و دینی کاموں میں حصّہ لیتے لیتے اور محافلِ میلاد میں نعتیں پڑھتے پڑھتے اُن کا شعور جوان ہونا شروع ہوا، لڑکپن ہی میں شعر بھی کہنے لگے۔ ابتدا میں زیادہ تر اشعار پنجابی زبان میں کہے، ملازمتوں کے بعد کاروبار شروع کیا اور جب کاروبار میں ذرا کشادگی محسوس

ہوئی تو جذبۂ خدمتِ ملی کے تحت ۱۹۵۶ء میں ماہنامہ "نیا راہی" کا اجرا کیا اور ساتھ ہی "مکتبہ نیا راہی" کی داغ بیل ڈالی، جس نے بہت سی اہم کتابوں کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ ان کاموں کے علاوہ پاکستان انسٹی ٹیوٹ برائے خارجہ امور، پاکستان کونسل آف نیوز پیپر ایڈیٹرز، انجمن مصنفین پاکستان اور ذہنی پسماندگان کی تنظیم میں پُر جوش حصّہ لیتے رہے۔

۱۹۷۴ء میں اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ سفرِ یورپ میں تھے کہ حج و زیارت کا خیال آیا۔ کئی مشکلیں اور رکاوٹیں پیدا ہوئیں، جو قدرت نے دور فرمائیں، چنانچہ وہ ویانا سے استنبول پہنچے، جہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے تبرکات کے علاوہ شوکتِ اسلام کے آثار کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ پھر قسطنطنیہ میں میزبانِ رسولؐ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک پر حاضر ہوئے اور یہیں سے سفرِ کیف کا آغاز ہوا۔ انہیں یوں محسوس ہوا جیسے میزبانِ رسولؐ اپنی انگلی تھمائے انہیں رحمتِ عالمؐ کے حضور میں لیے جا رہے ہوں۔ اسی سرشاری میں پہلی حاضری ہوئی۔ پھر حاضریوں اور حضوریوں کا سلسلہ چل نکلا، جن کی بدولت "ایک ہتھنی کے پھول" (افسانے) اور "اوس اور کرنیں" (غزلیں نظمیں گیت) کا تخلیق کار ایک نئی لگن کے ساتھ دنیائے ادب کو لوٹا۔ ادب کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز انہوں نے حمد و نعت سے کیا جو عشق و آگہی کا ایک دلآویز باب ہے۔ نئے دور میں اجتماعی جذبۂ خدمت کی یہ صورت نکلی کہ ۱۹۸۵ء میں انہوں نے اپنے والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے والدہ مرحومہ کے نام پر رحمت وقف قائم کیا، جس کے اغراض و مقاصد یہ ہیں۔

۱۔ تبلیغِ دین، فروغِ تعلیم و تمدّن اور تحقیقِ علوم۔

۲۔ خدمتِ خلق اور فلاحِ انسانیت کے لئے تعلیمی، تحقیقی، طبّی سہولتوں، مستشفیٰ اور ایمبولنس کا اہتمام۔

۳۔ یتیموں، محتاجوں، ناداروں اور حاجت مندوں کی نگہداشت۔

اعانت کی سب صورتوں میں رازداری اُن کا شیوہ ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی یہ کوششیں قبول فرمائے اور انہیں سرتاسر اُس حدیثِ مبارک کا مصداق بنا دے، جس میں ارشاد ہوا "بے شک جب اللہ بندے پر نعمت ارزانی فرماتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس نعمت کا اثر اُس پر دیکھے۔"

ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم کی نعت نگاری کا آغاز، سفرِ حضوری سے ہوا۔ اِس مسافت کا دوسرا "سنگِ میل" "کاروانِ حرم" الموسوم بہ "مثمنِ مسلم" ہے، جو ایک گرانقدر نئی ذکری تجربہ ہے اور جس کی متعدد معنوی پرتیں ہیں۔ یہ ایک دل کشا، شوق افزا اور فکر انگیز نعتیہ تخلیق ہے۔ کیفیاتِ حضوری کے وفور کا یہ عالم ہے کہ وہ زیرِ نظر کتاب "اللہ و رسول" کو سپردِ ناشر کرنے کے بعد چوتھے مجموعہ حمد و نعت، کعبہ و طیبہ کی نوک پلک سنوارنے میں منہمک ہیں۔

ہر مجموعے میں حمد و نعت کی یکجائی اپنے اندر ایک گہری معنویت رکھتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے شاعر نعت کے وسیلے سے اپنی ذات اور کائناتِ انسانی کے گہرے مطالعے کے بعد عرفانِ ذاتِ واجب کی منزلوں میں داخل ہو رہا ہو۔ نعت میں ارتقاء کی یہ صورت تعلیماتِ رسالت سے گہری وابستگی کا نتیجہ ہے کہ جن و انس کو خدا آشنا کرنا رسالت کا بنیادی مقصد ہے۔ پھر سیدِ کائنات علی التحیۃ والتسلیمات کی ذاتِ اقدس وہ ذات ہے، جس کی بہت زیادہ مدح و ثناء کی جاتی ہے اور وہ خود سب سے بڑھ کر حمدِ باری تعالےٰ کرنے والے ہیں۔ یعنی وہ محمدؐ بھی ہیں تو احمدؐ بھی۔ لہٰذا غلامانِ سیدِ سادات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر واجب ہے کہ خالقِ کائنات کی مدح و ستائش کو شعار بنائیں۔

اللہ تعالیٰ کی کسی ایک قدرت یا نعمت کا احاطہ کرنا بھی انسان کے بس کی بات نہیں۔ چنانچہ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ "لَا اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ" (میں تیری حمد و ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا، تُو وہی ہے جس طرح تُو خود اپنی ذات کی ثنا کرے۔) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس اظہارِ حقیقت کو شیخ سعدیؒ نے شعر میں یوں بیان کیا ہے

کہ خاصاں دریں رہ فرس راندہ اند
بلا اُحصی از تگ فرو ماندہ اند

پھر صوفیا کے نمائندہ شاعر مولانا رومؒ نے حمد کے باب میں یوں اعترافِ عجز کیا ہے

اے بروں از وہم وقال وقیل من
خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

---

ایں ثنا گفتن ز من ترکِ ثناست
کیں دلیلِ ہستی و ہستی خطاست

اس انسانی بے بضاعتی اور حضور علیہ السلام کے اشارۂ بلیغ کے پیشِ نظر، حضرت مسلم نے بیشتر حمدوں کی بنیاد کلامِ الٰہی پر رکھی ہے اور اس طرح قرآنِ حکیم سے استفادہ کی نہایت عمدہ مثالیں پیش کی ہیں۔ مناجاتوں میں البتہ انہوں نے اپنے مافی الضمیر کا بہت کھل کر اظہار کیا ہے۔ پہلی حمد اگر سورۂ فاتحہ سے مستفاد ہے تو حمد بعنوان "عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" سورہ البقرہ، الحاقہ، آل عمران، المائدہ، کی مختلف آیاتِ کریمہ کے حوالے سے آدم و آدمیت پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی اکرام کا بیان ہے۔ اس ایک موضوع پر اتنی آیات کو ایک تسبیح میں پرونا اور ان میں ہم آہنگی و حسنِ ترتیب پیدا کرنا ایسا معجزۂ فن ہے جو گہرے شغف قرآنی اور قادر الکلامی کے بغیر غود نہ پا سکتا تھا۔ جس حمد میں قرآنِ پاک سے براہِ راست استفادہ نہیں کیا گیا، اس میں بھی روحِ قرآنی کی جھلک ضرور نظر آتی ہے۔ حمد بعنوان "ذو الجمال و ذو الجلال" کے چند اشعار دیکھیے ؎

خالقِ کون و مکاں کارسازِ کن فکاں
رنگ و خوشبوئے چمن نو بہارِ بوستاں
چشم و دل کی روشنی مالکِ اقلیمِ جاں

کہیں کہیں صوفیانہ فکر کے اثرات بھی نظر آتے ہیں ؎

محیطِ عالم ہے حُسن تیرا، یہ میرا حُسنِ نظر نہیں ہے
ہزار پردوں میں ایک جلوہ، جہاں میں حُسنِ دگر نہیں ہے
جمالِ رُخ کی تجلیوں سے، نگاہِ عالم ہوئی ہے خیرہ
وفورِ جلوہ کا ہے یہ عالم، مجھے مجالِ نظر نہیں ہے

۱۹۸۵ء کی حاضری کے دوران وہ ریاض الجنۃ میں ربِّ محمدؐ کے آگے عرض گزار ہوئے۔ ؎

لباسِ تقویٰ، لباسِ حکمت، لباسِ علم و ہُنر عطا کر
نبیؐ کے دامانِ خُلق و رحمت نے جو بکھیرے گہر عطا کر

جنّت کے باغ میں بیٹھ کر کی جانے والی طلب کیونکر خالی جاتی ہے چنانچہ میرا تاثر یہی ہے کہ اُن کی طلب حرف بہ حرف پوری ہوئی اور وہ ردائے علم و ہُنر، قبائے حکمت و دانش اور دستارِ تقویٰ و طہارت سے نوازے گئے اور اُن کا دامن حضور علیہ السلام کے خُلق و رحمت کے موتیوں سے بھر دیا گیا۔ میرے اس تاثر کی بنیاد یہ ہے کہ یہی عطائیں اُن کی نعت کے آب و گِل بنی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ اور فکر و عمل کی ہم آہنگی نے نعت کو وہ تاثر عطا کی ہے، جسے سخن کی آبرو کہتے ہیں۔

ایک اور حمد کا مطلع ہے ؎

رحمت کی بارش سے مولا من کی کھیتی لہکے
نام محمدؐ کی خوشبو سے گلشن گلشن مہکے

چنانچہ سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا اسمِ گرامی کہ مدح و ستائش کے تمام آفاق سمیٹے ہوئے ہے اُن کے لئے منبعِ جذبات [SOURCE OF INSPIRATION] بن گیا ہے۔ مولانا ماہر القادری مرحوم نے کہا تھا "اے نامِ محمد صلِّ علیٰ ماہر کے لئے تو سب

کچھ ہے" حضرت مسلم اسی نامِ مبارک کی تابشوں کو اپنے فن کی جِلا، اپنے قلب کی بہار اور سانسوں کی مہک قرار دیتے ہیں اور اسی نام کے نغموں سے کائنات کو بھر دینا چاہتے ہیں۔ وہ اسی نامِ نامی کو وقت کی دھڑکنوں میں موجزن دیکھتے ہیں ؎

تابشِ نامِ محمدؐ سے مرے فن کی جِلا
لوحِ دل پر جگمگاتے ہیں یہی نقش و نگار

---

قلبِ مسلم میں ہمیشہ نام سے تیرے بہار
گلشنِ عالم میں تجھ سے جاوداں فصلِ ربیع

---

ہو محبت سے ادا نامِ محمدؐ ایک بار
عمر بھر کے واسطے ہو سانس میری اشکبار

---

ہر سُو انہیں کے نام کے نغمے بکھیر دوں
مسلم جو کچھ سلیقۂ شعر و ادب ملے

---

وقت کی دھڑکن میں ہے صبحِ ازل سے موجزن
تُو محمدؐ بھی ہے، حامد بھی ہے اور محمود بھی

---

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ذکرِ مبارک کو خالقِ کائنات نے خود رفعت عطا فرمائی، اور اُسے تاریخی، جغرافیائی، نسلی اور لسانی حدود سے بلند تر کر کے وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ہ کا اعلانِ جلی فرما دیا۔ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ذکرِ خیر جس قدر محبت سے کیا جائے، اُس میں اسی قدر تاثر و تنویر پیدا ہوتی ہے۔ یہ ذکرِ جمیل بے چین روحوں کو قرار اور مُردہ دلوں کو حیاتِ نو بخشتا

ہے۔ یہ ذکرِ رفیع، شعرائے امت کے دلوں کی دھڑکنوں میں پل کر، جب نعت کی صورت میں نمو پاتا ہے، تو اس کا دائرۂ اثر کچھ اور وسیع ہو جاتا ہے۔ پھر جوں جوں شعراء کو تعلیماتِ نبویؐ سے دُوری کا احساس ہوتا چلا جاتا ہے، توں توں اُن کی تڑپ بڑھتی چلی جاتی ہے اور وہ حیات و تعلیمات رسالتؐ کو نعت میں سمو کر حسن و خیر پر مبنی معاشرے کے خد و خال سامنے لاتے ہیں کہ دلوں میں ایسے معاشرے کے قیام کی امنگ تیز تر ہو جائے۔ ذکرِ رسالتؐ اور نعتِ مبارک کے ان مقاصد کا اظہار اللہ و رسولؐ میں جا بجا ہوا ہے۔

آپؐ کے ذکر کی رفعت و برکات کا بیان اس کتاب کی سطور و بین السطور سے نمایاں ہے۔ صرف چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں ؎

ہے زمین و آسماں پر ہر گھڑی چرچا ترا
ہر حدِ امکاں سے بالا ہے ترا ذکرِ رفیع

---

ہر آن حیاتِ نو بخشے، ایمان و یقیں کی ضَو بخشے
بے چین دلوں کو ذکر ترا سبحان اللہ سبحان اللہ

---

نعتِ رسولِ پاکؐ میں میرے جو لب کھُلے
دارین کی فلاح کے ابواب سب کھُلے

---

وقفِ ذکرِ حضرتِ خیر البشرؐ ہوتی گئی
زندگی لمحہ بہ لمحہ معتبر ہوتی گئی

---

ذکرِ رسولؐ میں حضرت مسلم کے انہماک کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے ممدوح و محبوب کی آوازِ پا دھڑکنوں اور سانسوں میں گونجتی ہوئی محسوس کرتے ہیں، انہیں آپؐ

کا اعجازِ نطق ہر کہیں اسرار کشا نظر آتا ہے اور اُن کا سفرِ عقیدت سفرِ اطاعت بن گیا ہے ؎

دھڑکنوں میں دل کی مسلمؔ اُس کی ہی آوازِ پا
بر بطِ تارِ نفس میں اُس کی سانسوں کا سرود

---

تری آوازِ پا سانسوں میں میری
سکونِ دل رہے تیری خبر سے

---

اے قیمِ دیں، اے حق کی ضیا اے نورِ مبیں، اے دل کی جلا
ہر لفظ ترا اسرار کشا، سبحان اللہ سبحان اللہ

---

اس سے بڑھ کر اور کیا سوداگری جینِ حیات
اتباعِ مصطفےٰؐ ہے زندگی کا نفع و سود

دورِ موجود سے پہلے، نعت میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حسنِ ذاتی اور شانِ محبوبی کا بیان زیادہ ملتا ہے اور سراپا نگاری کا عام رواج رہا ہے، مگر ذہنِ جدید نے نعت میں رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صفات و تعلیمات کو نمایاں کرنے پر زور دیا۔ حضرت مسلمؔ نے اس ضمن میں نہایت متوازن روش اختیار کی ہے۔ وہ حضور علیہ السلام کی ذات و صفات دونوں کے شیدا و والہ ہیں، اُنہوں نے آپؐ کے حسنِ ظاہری اور جمالِ معنوی دونوں کو موضوعِ نعت بنایا ہے۔ انہوں نے نظم بعنوان "سراپا مبارک" میں حبیبِ معظم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کشادہ چہرے، منوّر پیشانی، گھنے سیاہ گیسوؤں، پُر آب دانتوں، رفیع گردن، مہین ابرو، دراز پلکوں، شفیق آنکھوں کا ذکر بھی کیا تو صاحبِ سراپا کے نقوشِ شمائل کو بھی اجاگر

کیا ہے اور یوں حضور علیہ السلام کے جمالِ صورت اور کمالِ سیرت کو نہایت عمدگی سے یکجا کیا ہے۔ "سراپا مبارک" ہی کا ایک شعر دیکھیئے۔ ؎

میانہ گامی، میانہ خوئی، کوئی کمی ہے نہ کوئی بیشی
کمالِ صورت، کمالِ سیرت، کمالِ رحمت، کمالِ اُسوہ

سیرتِ مصطفےٰؐ کے جو پہلو نعت نگاروں کے لئے زیادہ کشش رکھتے ہیں۔ اُن میں سے چند یہ ہیں :۔
نورِ محمدی کی اولیّت، آپؐ کا شاہکارِ تخلیق اور سرچشمۂ جمال و کمال ہونا، آپؐ کی رسالت کی جامعیت و اکملیت، آپؐ کی رحمت للعالمینی اور خلقِ خدا پر آپؐ کے احسانات، آپؐ کی اخلاقی، روحانی اور تمدّنی فتوحات، معراج اور تسخیرِ کائنات، آپؐ کا اسوۂ حسنہ اور آپؐ کا جملہ نوعِ انسانی کا ہادی ہونا اور آپؐ پر تکمیلِ رسالت اور اتمامِ نعمت ہونا۔ حدود شناسی اور علم و آگاہی کے بغیر ان موضوعات سے انصاف کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ حضرتِ مسلم کا کمالِ نعت گوئی یہ ہے کہ انہوں نے ایسے تمام تر موضوعات پر پوری ذمہ داری اور انتہائی محبت سے قلم اٹھایا ہے اور ہر موضوع سے انصاف کر کے دکھایا ہے۔
چند مثالیں ملاحظہ ہوں ؎

شاہدِ حق تو ہے آقاؐ اور ہے مشہود بھی
باعثِ تخلیقِ عالم، خَلق کا مقصود بھی

---

مرتکز تجھ پر ہوا ہے حُسن سب تخلیق کا
خاص دستِ خالقِ مطلق کا تو ہے شاہکار

---

ہے کسے خلوت گہِ حق میں گزر تیرے سوا
ہے ورا و ماورا میں کون تجھ سا باختیار

---

تعمیرِ نظر دستور ترا، توقیرِ بشر منشور ترا
ہر دَور کا ہے تُو راہ نما سبحان اللہ سبحان اللہ

---

وا ہوئے جس کی نظر سے بندگی کے پیچ و خم
جس نے سمجھائے ہیں انس و جاں کو اسرارِ سجود

---

اسوۂ کامل ترا آئینہ دارِ الکتاب
ہر عمل تیرا سند، ہر قول ہے تیرا وقیع

---

تیری تجلیات سے اے نُورِ لم یزل
کُل کائنات صورتِ مشکواۃ ہو گئی

---

لد گیا انسان کی محکومی کا دَور
بے بضاعت نے بھی بال و پَر کھولے

---

مبتدا، منتہا مصطفےٰؐ مصطفےٰؐ
مقصد و مدّعا مصطفےٰؐ مصطفےٰؐ

---

وہ ہیں اوجِ بشر، منتہائے نظر
نقطۂ ارتقا مصطفےٰؐ مصطفےٰؐ

شعورِ حقیقت اور وفورِ عقیدت کی ہم آہنگی نے اُن کے ہاں کئی پیرائے اختیار کیے ہیں۔ کہیں نہایت شوق افزا مسلسل غزلیں، دوغزلے اور سہ غزلے ہیں، جن میں قصیدے کا شکوہ اور نظم کی فکری وحدت موجود ہے۔ کہیں متغزلانہ لہجے سے فائدہ اٹھایا اور ظاہر ہے کہ یہ لہجہ ریاضت و تفکّر کے بغیر گرفت میں نہیں آسکتا۔ آپ کی رحمۃ للعالمینی اور شانِ شفاعت کے حوالے سے جہاں شاعر نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنے تعلقِ خاطر کا اظہار کیا ہے وہاں سپردگی کا رنگ دیدنی ہے ؎

مجھے خفیف نہ ہونے وہ لمحہ بھر دے گا
مرا رسولؐ شفاعت شتاب کر دے گا
گھرے بھنور میں جو ناؤ تو ناخدا ہے وہی
کرم سے اپنے وُہ بیڑے کو پار کر دے گا
اسی سے مجھ کو امیدیں اسی کے در پہ اماں
وہی گناہوں کی یلغار میں سپر دے گا

---

کیوں منزلِ حیات اب آساں نہ مجھ پہ ہو
ہر کام جب وسیلہ وہی ذات ہو گی

---

بس یہ نسبت ہے غلامِ رحمتِ عالم ہوں میں
چشمِ تر میں کچھ نہیں دامانِ تر میں کچھ نہیں

---

دیکھوں تری نگاہ سے ہر منظرِ شہود
آقاؐ ترے طفیل وہ حسنِ نظر ملے

---

بے نورِ بصارت تھی اور یورش ظلمت تھی
دی تیری توجہ نے ہر آنکھ کو بینائی

---

لطف و احسان و کرم کا سائباں تنتا گیا
اُن کو میرے حال کی جیسے خبر ہوتی گئی

---

کیا جود و مہر و شفقت و رحمت کا ہو بیاں
وہ مطلعِ سحر ہے کہ بس طلب کھلے

---

حضرتِ مُسلم کی نعت کا اساسی موضوع دربارِ رسالتؐ میں حاضری و حضوری ہے کہ سفرِ حضوری ہی سے اُن کی نعت گوئی کا آغاز ہوا تھا۔ اس ایک مضمون کو انہوں نے سو رنگ سے باندھا ہے اور ہر کہیں شیفتگی و شائستگی کو ہم قدم رکھا ہے۔ اس باب میں پہلا مرحلہ حسرتِ حاضری اور شوقِ حضوری کا آتا ہے۔ یہاں شاعر نے جہاں غزل کے سوز و گداز سے بھرپور کام لیا ہے، وہاں پنجابی کے صوفی شعرا کی پسندیدہ صنف "کافی" کی پیروی میں نہایت درد بھرے فراقیہ گیت لکھے ہیں اور یوں عمرِ رفتہ کو آواز دینے کی سعیٔ بلیغ کی ہے۔ دوسرے مرحلے میں دیارِ رحمت اور دربارِ رسالت کی کیفیات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ یہاں احساسِ رفعت، یقینِ خوش مآلی، کیف و سُرور، قُرب و حضور، جذب و انجذاب، مسرت و شادمانی اور شکر و سپاس کے دھارے مل کر ایک آبشار کا روپ دھار گئے ہیں، جسے تھمنے سے کوئی کام نہیں۔ تیسرا مرحلہ طلبِ رحمت و شفاعت اور عرضِ مدعا کا ہے، جس میں آپؐ کے قدموں میں موت کی آرزو بھی شامل ہے۔ یہاں ذاتی یا دنیاوی اغراض کی بجائے، اُمت کی فلاح و سربلندی کی تڑپ اور عقبیٰ میں سرخروئی کی تڑپ شاعر کے اعلیٰ و ارفع مقاصد کی شہادت کے طور پر سامنے آتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے میں نے جو ان گنت اشعار

ان موضوعات پر نوٹ کہتے ہیں، اُن میں سے صرف چند قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے پیش کر رہا ہوں :-

کربِ ہجراں کے سوا شام و سحر میں کچھ نہیں
کس طرح پہنچوں مدینے بال و پر میں کچھ نہیں

---

گُل پاشیاں کریں مرے پاؤں کے آبلے
مجھ کو جو اُس دیار کا اذنِ سفر ملے

---

پھر گلابوں سے معطّر ہے حریمِ دل مرا
ہیں یہ د بالِ تصوّر اور تیری رہ گزار

---

پھر دلِ مسلم تڑپتا ہے حضوری کے لئے
یا محمدؐ اذن کا ہے منتظر یہ خاکسار

---

ملالِ ہجر مری آہ کو شرر دے گا
یہ سوزِ دل ہی محمدؐ کا جا خبر دے گا

---

ایک ساعت جو ملی دربارِ رحمت میں مجھے
باعثِ تسکینِ جاں وہ عمر بھر ہوتی گئی

---

حاضری کو مسلمِ بے نام کی
رحمت للعالمینؐ کے در کھلے

---

خوش بخت و خوش مآل ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں
اِک کیف بے زوال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں
وُہ سَر بسَر کرم کا ہیں دریائے بے کنار
سر تا قدم سوال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں
مجھ کو نبیؐ کے باغ کی مُسلِم لگی ہوا
شاداب ہوں نہال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

---

بھروں جھولی درِ خیر البشرؐ سے
حِکَم سے، فہم سے، علم و ہنر سے
کرم ہو اُمّتِ عاصی پہ آقاؐ
کہیں پانی گزر جائے نہ سر سے

---

مسلم ترے حضور میں ہے جان و تن کے ساتھ
ہے جان و تن نثار جو بارِ دگر ملے

---

تری خاکِ کفِ پا بن کے سوؤں
تمنّا لے کے نکلا ہوں یہ گھر سے

---

مُسلم جو موت آئے تو قدموں میں آپؐ کے
اِک آرزو یہ مرکزِ دعوات ہو گئی

---

اِس کتاب میں حضوری کی تڑپ میں لکھے گئے گیتوں کے علاوہ ایک اور دلآویز غنائیہ بھی شامل ہے، جس کے پہلے حصّے میں حضور علیہ السلام کے گود لینے پر، اس قابلِ صد احترام

خاتون کی قابلِ رشک خوش بختی کا مذکور ہے۔ شاعر تصوّر میں محسوس کرتا ہے کہ حلیمہ بی بی کے سب جہانوں سے بڑی دولت پانے پر سروش گنگناتا ہے۔ ؎

حلیمہ نے لوری محمدؐ کی گائی
کلی اُس کی تقدیر کی مُسکرائی

دوسرا حصّہ ایک لوری ہے، جو حلیمہ کی زبان سے ادا ہوتی ہے، جیسے وہ حضور علیہ السلام کو سلانے کے لیئے گاتی ہیں۔ ؎

رب نے تجھ کو رفعت بخشی
تو نے ہم کو عزّت بخشی
سوئی قسمت جاگ اُٹھی ہے
سعد ہے تیری آمد سو جا
میٹھی نیند محمدؐ سو جا

قصّہ مختصر یہ کتاب بصیرت و محبت کا دل نشیں صحیفہ ہے، جس میں نعت کا ہر رنگ اور ہر ذائقہ موجود ہے۔ اس میں شاعر کی وسعتِ نظر نے نعت کی کچھ نئی جہات بھی دکھائی ہیں اور عام مضامین کو بھی منفرد و متنوع پیرائے میں پیش کیا ہے۔ یوں یہ مجموعہ، اردو کے نعتیہ ادب میں ایک رفیع و وقیع اضافہ ہے۔

حفیظ تائب ۱۱/۹/۸۸

اورنٹیئل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ

اِلَّا اللّٰهُ

وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَـهٗ

وَاَشْهَدُ اَنَّ

مُحَمَّدًا

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُـهٗ

# فصلِ بہار

ذاتِ الٰہی کی شانِ عُلا، اُس کے اسمائے حُسنیٰ[1] اور صفاتِ باری تعالیٰ جلّ جلالہٗ کی ادنیٰ اسی معرفت کا معمولی پرتو بھی قلب و رُوح پر نور و حضور کے اَن گنت باب کھول دیتا ہے۔ دل و نظر میں لاکھوں سورج روشن ہوجاتے ہیں، اور یہ غنچہ و گل، تبسّم و تکلّم، طلوع و غروب، مُرورِ شب و روز، اندھیرا اُجالا، شام و سحر، بلندی و پستی، علم و فن، سائنسی طلسمات و کرشمات، پروازِ خیال، عروج و زوال، بدلتے ہوئے لمحات اور لمحہ بہ لمحہ نت نئے انکشافات، عروج و ارتقا اور ایجادات و اختراعات کے مظاہر تو ایک طرف، روز و شب کے بے شمار معمولات اور واقعات بھی محیر العقول دکھائی دیتے ہیں۔

اگر یہ پرتو غریقِ ظلمت، گناہ و خطا میں ملفوف سیاہ دل پر پڑے تو اس

---

[1] وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا، ص الاعراف ۷-۱۸۰،
اور اپنے خوبصورت (مخصوص) نام اللہ ہی کے لئے ہیں، سو اُنہیں سے اُسے پکارو۔

چکا چوند کے کیا ہی کہنے —— نور کی ایک ہی کرن سے اندھیرے میں بجلیاں روشن ہونے لگتی ہیں، روزنِ ظلمت میں سحر کا اُجالا نصیب بیداری ہو جاتا ہے، تشکیک و گماں کی سیاہی دُھلنے لگتی ہے، اور سنگِ دل۔ گدازِ اشک بن کر آنکھوں سے بہ نکلتا ہے۔

یہیں سے یقین کی بنیادیں استوار ہونا شروع ہوتی ہیں، جو فطرتِ سلیم کے مطابق اطاعت اور محبتِ ایزدی پر منتج ہوتی ہیں، قسمت والوں کے لئے ان ستاروں سے آگے اور بھی بہت سے جہان ہیں —— یہی طریقِ سیدِ کل وجود، باعثِ موجودات، فخرِ کائنات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع سے آگہی اور بتقاضائے قلبِ سلیم اور بقدرِ ظرفِ مستلم اُن کی محبت اور اطاعت کا سرچشمہ بنتا ہے،

یہی محبت اور یہی اطاعت مرہمِ رنج و غم، درمانِ حزن و ملال اور تقویتِ ایمان کے ساتھ باعثِ اطمینانِ قلب ہوتی ہے —— پھر چراغ سے چراغ جلتا جاتا ہے، حتیٰ کہ حجرۂ دل نور و سرور کی کیفیت سے سرشار ہو جاتا ہے، وجدان کے دریچے کھلنے لگتے ہیں اور عرفان کی نسیم گلستانِ دل میں پیامِ بہار لاتی ہے۔

اللہ جلّ جلالہٗ کی محبت اُس کی اطاعت سے ملزوم ہے، اور رسولؐ کی محبت رسولؐ کی اطاعت کے مترادف —— بنا بریں رسولؐ کی اطاعت اور محبت اللہ کی اطاعت اور محبت کے مترادف ٹھہری، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے " مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ج " (النساء ۴ - ۸۰)، یعنی جس نے رسولؐ کی اطاعت کی (کہ عام انسانوں کے پاس واسطۂ رسولؐ کے علاوہ احکامِ الٰہی تک رسائی اور اُن کی معرفت کا اور کوئی ذریعہ نہیں) اُس نے دفی الحقیقت، اللہ ہی کی اطاعت کی —— اور رسولؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے ساتھ مستلزم ہونے میں راز یہی ہے کہ طریقِ رسولؐ ہر خطا و غلطی کے امکان سے قطعاً پاک اور مبرّا ہے۔

اللہ کی اپنے بندوں سے محبت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو گی کہ اُس نے

انہی میں سے ایک بشر کو منتخب فرمایا۔ اور پھر اسے ہر قسم کے خطا و نسیان سے پاک کر کے جمیع کمالاتِ انسانی، مکارمِ اخلاق اور اسوۂ حسنہ سے مزین و مشرف فرمایا تا کہ بنی نوعِ آدم اِس گوشت پوست کے جیتے جاگتے، چلتے پھرتے اپنے جیسے انسان کی بے کھٹکے، بلا شک و شبہ اور غیر مشروط اطاعت و محبت کے ذریعے اطاعت و محبتِ الٰہی کی راہ پر گامزن ہو، تاکہ منزل سے نہ بھٹکے اور یومِ ازل کا وہ عہد پورا کرے۔ جب جمیع نوعِ انسانی کو خود اپنی جانوں پر گواہ کر کے اُن سے پوچھا گیا "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط" "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" "قَالُوْا بَلٰى ج" تو سب نے کہا بے شک ہم گواہی دیتے ہیں، آپ ہی ہمارے رب ہیں (الاعراف ۷، ۱۷۲)

اس عہدِ اطاعت و محبت کی بنیادیں پھر یوں مضبوط کیں کہ "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ٥ (الحجرات ۴۹ - ۱۵)، پورے مومن (یعنی مومنینِ کامل) تو صرف وہی (لوگ) ہیں، جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر (اس میں کبھی) شک نہیں کیا، اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا (اور اس کے دین کی جان و مال سے ہر طرح خدمت کی، اور راہِ محبت کی ساری سختیاں جھیلیں) تو یہی لوگ (اپنی محبت اور اطاعت کے دعووں میں) سچے ہیں، سر دھڑ کی بازی لگا دینا اور محبتِ اللہ و رسولؐ میں یہی سر فروشی و جاں فروشی معیارِ ایمان ہے، جس کو اقبالؒ نے یوں ادا کیا ہے کہ ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

گویا یہی کافی نہیں تھا، مزید دلداری کے لئے فرمایا "اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ج" (البقرہ ۲ - ۴۰) مجھ سے (کیا ہوا اطاعت و محبت کا) وعدہ پورا کرو، تو میں تم سے وعدہ پورا کروں

گا، یاد رہے کہ اس ایفائے عہد کے پسِ پشت اس کی پوری شانِ ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، رزاقی و غفوری کے علاوہ تمام صفاتِ الٰہیہ کی تائید محکم ہے، پھر از راہ کرم یاد دلایا، " اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ " (النحل ۱۶: ۹۱) پورا کرو اللہ کے ساتھ کئے ہوئے ہر عہد کو۔

اور اگر انسان ایسا کرے، تو اس چمنستانِ محبت وطاعت کی مزید آبیاری کے لئے ارشاد ہوا، " قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ " (آلِ عمران ۳ - ۳۱)

اے میرے محبوب، آپ (بھی میری طرف سے) کہہ دیجئے کہ اگر تم (اپنے دعویٰ کے مطابق) اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی کرو (کہ میں ہی جامع کمالاتِ انسانی بنا کر بھیجا گیا ہوں، صرف میری ہی زندگی کائناتِ انسانی کے ہر شعبہ میں معیار اور نمونہ کا کام دے گی، اگر ایسا کرو گے تو) اللہ (اپنے ایفائے عہد کے طور پر)، تم سے محبت کرنے لگے گا (اور اس سے بڑھ کر اور کوئی درجہ کمال نہیں) اور (اللہ) تمہارے گناہ بخش دے گا (اور تمہاری تقصیروں کو نظر انداز کرے گا، تو اس سے بڑھ کر نعمت کیا ہوئی کہ اللہ کی محبت اور اس کی بخشش کی بشارت مل رہی ہے)، اللہ (تو بہت) بڑا بخشنے والا ہے ـــــ اور رحیم ہے بار بار رحم کرنے والا ہے ـــــ اس کی اسی شانِ رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ (میری متابعت اور اطاعت میں تمہارے عمل سے خوش ہو کر)، خود تم سے محبت کرنے لگے گا۔

چنانچہ واضح ہوا کہ اللہ کی محبت، اس کے فضل و کرم اور مغفرت کے حصول کے لئے رسولؐ کی اطاعت، متابعت اور محبت لازم ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ اطاعت اصالۃً اور بطور مقصود کے اللہ ہی کی ہے، اور رسولؐ کی اطاعت تبعاً (نیابتہً) ہے، لیکن یہ دونوں باہم دگر اس طرح پیوستہ اور

شانہ بشانہ چلتی ہیں کہ متابعت و نیابت کے طور پر اطاعت و محبتِ رسولؐ محبتِ الٰہی کے حصول پر منتج ہوتی ہے، گویا اللہ کا محب اس کا محبوب بن گیا، اور جس کو یہ نعمت و مرتبہ حاصل ہو جائے اس کی معراجِ نصیب کے کیا کہنے۔

گلستانِ فکر و نظر، قلب و روح اور محبتِ اللہ و رسولؐ کی یہی ہم رنگ و بو فصلِ بہار عندلیبِ دل کو نغموں پر اکساتی ہے، جو آبشارِ حمد و نعت میں موجزن ہو کر سازِ شعر میں تڑپ اٹھتے ہیں ؎

ہر سُو انہیں کے نام کے نغمے بکھیر دوں
مجھ کو جو کچھ سلیقۂ شعر و ادب ملے

عناصر سے مرتب جسمِ کثیف کے قویٰ جو آلودگیٔ گناہ سے کثیف تر ہو چکے ہوں، اظہار تو درکنار، اُس تصورِ لطیف ہی سے عاری ہیں جو لباسِ اطاعت میں اس دوہری لیکن ہم آہنگ محبت کا تقاضا ہے، اور جو محسوس تو کی جا سکتی ہے، بیان نہیں کی جا سکتی ؎

سب قافلۂ لفظ و بیاں رہ گیا پیچھے
تھا عشق و محبت کا سفر یاں سے بلا سات

یا یوں کہیے ؎

سب ضبط و تحمل کے ہوئے بند شکستہ
کچھ اس طرح آنکھوں سے ہوئی ٹوٹ کے برسات
یارائے سخن تھا نہ مجھے تابِ تخاطب
ہاں دامنِ کعبہ تھا فقط اور مرا ہات

اسی صورتِ حال کا تقاضا ہے کہ دل کیفِ وصال سے جھوم اٹھتا ہے اور سر بے اختیار اس کے درِ عالی پر جھک جاتا ہے۔ ؎

دَر میرے خدا کا تھا، تو پیشانی بھی میری
کیا لمسِ محبت تھا، عجب لطفِ ملاقات

فطرتِ انسانی اظہار کے لئے مجبور ہے، نہ صرف اس لئے کہ محبوب کی تعریف و توصیف اور لذتِ بیان کی چاشنی اس کے لئے باعثِ ایزادِ محبت، حیاتِ روح اور سکونِ قلب ہے جس کا تذکرہ کئے بغیر چارہ نہیں، بلکہ اس لئے بھی کہ اُس کی شانِ کرم اور لطف و نعم کا بھرپور اعتراف اور تذکرہ اُس کی شانِ عطا و غنا کو تحریک دے کر اپنی طرف پھیرنے اور منعطف کرنے کی سعی ہے اور اُس کی وفاداری کا دم بھرنا، اس کے جاہ و حشم اور قدرت و اختیار کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے صرف اسی سے استعانت و اشفاق کا طلب گار ہونا، اُسی سے فریاد کرنا، اور پھر اس کی ذاتِ والا تبار پر پڑے ہوئے صفات کے پردوں میں سے نورِ بصیرت کے ذریعے مشاہدے اور دیدار کی طلب کرنا اس کا طبعی و منطقی نتیجہ اور معراجِ تمنا ہے۔

فطرتِ انسانی کی یہ خواہش بھی اس خلاقِ یکتا، معبودِ واحد اور محبوبِ بے مثال ہی کی پیروی میں ہے۔ اسی نے "الفاتحہ" کی کلید سے اپنی محبت کے باب اپنے بندوں پر پورے کے پورے کھول دیئے، اور یہ سکھایا کہ دیکھو اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو مجھے اِس انداز سے یاد کرو، میرے محبوبؐ کی متابعت کرو، اور مجھے پکارو، میں تمہیں جواب دوں گا، اور شرفِ قبولیت سے تمہاری جھولی بھر دوں گا، "اُدْعُونِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" (المومن ۴۰ - ۶۰)۔

بے بضاعتی کے باوجود شدّتِ احساس انسان کے فکر و خیال کے لئے مہمیز کا کام کرتی ہے اور جذبات بے ساختہ سوز و صدا، نالہ و فریاد، نغمہ و لَے اور لفظ و بیان کے قالب میں ڈھل جاتے ہیں، احساس و عرفان، خیال و شعور، فکر و نظر اور زبان و بیان کی ہر کوتاہی کے باوجود میں نے جو کچھ جس طرح محسوس کیا، اسے امکانی طور پر اظہار کا ذریعہ بنایا، حمد و نعت اور کاروانِ حرم الموسوم بہ متمنِ مسلم کے بعد اللہ و رسولؐ اسی اظہار کا عکس ہے۔

تاہم اظہار کی کم مائگی اور لفظ و بیان کی کوتاہی بھی ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں کیونکہ اس سے جستجو کو نیا ولولہ اور خیالات کو جلا ملتی ہے۔ شعور صیقل ہوتا

ہے، اور بمصداق ؎

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

انسان بہتر اور بھرپور اظہار کی تلاش میں اور مستعدی کے ساتھ گامزن رہتا ہے، چنانچہ کعب وطیبہ اور زمزمۂ سلام جو اس وقت زیرِ ترتیب ہیں، اسی سلسلۂ جستجو کے دوران میں نالہ و فریاد یا ترانہ و سلام کی صورت میں تخلیق ہوئیں۔

پھر یہ تذکرہ اظہارِ تشکر بھی تو ہے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں اور فضل و رحمت کے جو دروازے اپنے بندوں پہ کھول رکھے ہیں اور جس چشمۂ حیوان سے ہم اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ہمہ وقت فیضیاب ہوتے ہیں، اس کا شکر ممکن ہی نہیں، لیکن اسی ڈاہڈے رب نے یہ خوش خبری بھی دی ہے " وَاِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَهُ لَکُمْ " (الزمر ۳۹ - ۷) اور اگر تم (ایمان و اطاعت کے ذریعے اعترافِ حق کرو گے اور اس کا) شکر بجالاؤ گے، تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرتا ہے۔ نیز " اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ " (ابراہیم ۱۴ - ۷)۔ (خیال رکھو کہ) جب تمہارے رب نے تمہیں متنبہ کیا تھا کہ اگر تم شکر گزار ہوگے (اور میری نعمتوں کا اعتراف و تذکرہ کرو گے)، تو میں تم کو (اور) زیادہ نوازوں گا۔

اللہ و رسولؐ اسی ارشاد کی تعمیل اور اظہارِ تشکر کی سوغات ہونے کے ساتھ ساتھ بزعمِ خود توصیف اور محب و محبوب دونوں کی شانِ رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی سعی اور ان کے حضور میں نالہ و فریاد ہے، میں نے پکارا ہے، اور اب یہ اُس کی رحمت ہے کہ وہ جواب دے اور قبول فرمائے، اور اپنے چشمۂ کرم سے فیضان بخشے، آمین۔

ابوالامتیاز ع س مسلم

شارجہ، منگل، ۱۰- ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ (پاکستان میں ۸ ذی الحجہ)

بمطابق ۴ اگست ۱۹۸۷ء۔

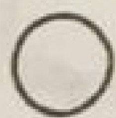
# اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ

وہی ہے ذاتِ باری واحد و یکتا، اَحد
وہی مالک، اُسی کا ہے ازل، اُس کا اَبد
وہ بے حاجت ہے، بے پروا ہے، مُستغنی صمد
ہمیں ہیں اُس کے مُحتاج و طلبگارِ مدد

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا

اللّٰهُ

کراچی
۱۸ جولائی ۱۹۸۴ء



حمدِ حق نعتِ نبی کا ذِکر جب ہونے لگا
قلبِ مُسلم خشیتِ اَللہ سے رونے لگا[1]
ہوگئی آنکھوں سے جاری ایک جوئے انفعال
رحمتِ باری سے ہر قطرہ گہر ہونے لگا

---

[1] اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ۝ الانفال ۸ — ۲

ایمان والے وہ ہوتے ہیں کہ جب (اُن کے سامنے) اَللہ کا ذِکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل (خشیتِ الٰہی سے) سہم جاتے ہیں۔

الشارقہ
جمعرات، ۲۹، اگست ۱۹۸۵ء

# حمد

ترے نام سے ابتدا یا رحیم
رؤف و شفیق و سخی و کریم

ترے واسطے ساری حمد و ثنا
مربّی جہانوں کا ربِّ عظیم

خلائق پہ رحمت تری بیکراں
خدائی پہ ہے تیرا فضلِ قدیم

خداوند و آقائے یومِ جزا
تجھی سے سوالی ہیں تیرے اثیم

---

سورۂ الفاتحہ پر مبنی حمد۔

تجھی سے مدد مانگتے ہیں سدا
کہ ہے بیکراں تیرا لطفِ عمیم

الٰہی عطا کر ہدایت کا نور
کشادہ ہو دل پر رہِ مستقیم

رہِ بندگانِ رضا، باوفا
ہے انعام جن کا بہارِ نعیم

تمام اذکیاء، اصفیاء، انبیاء
ترے منتخب دو جہاں کے زعیم

مگر ان کی رہ پر نہ ہم کو چلا
مقدر ہوئی جن کا نارِ جحیم

سدا کج روی جن کا ٹھیرا شعار
ہمیشہ رہے جو لعین و رجیم

عطا ہو یقین و شعور و حضور
نگاہِ رسا اور قلبِ سلیم

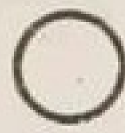
نصیر و معین و حفیظ و وکیل
کرم گستر و مہربان و رحیم

تری مغفرت کے طلب گار ہیں
تُو بخشندہ و بُردبار و حلیم

تُو غفّار، تُو اَرحَمُ الرّاحِمین
ازل سے تری شانِ احساں عمیم

الٰہی ہمیں بخش روزِ حساب
بغیرِ حساب و عذابِ الیم

ہو رحمت کی مُسلم پہ مَولا نظر
رہے موج میں بخششوں کی نسیم



رَبُّ العالیٰ المتعال
اعلیٰ، اولیٰ، جلّ جلال
تُو واحد، اوّل، آخر
تُو عالم میں بِلا مثال

کراچی، جمعۃ الوداع

۲۹ر جون ۱۹۸۴ء

# حمد

نام سے تیرے ہے آغازِ بیاں
تو ہی رحمان و رحیم و مہرباں

رحمت و شفقت میں تو بے حد قوی
بے کراں شانِ رحیمی ہے تری

مالک الملک اور ربُّ العالمیں
ہے مربّی سب کا بے تفریقِ دیں

تیرا الطاف و کرم ہے بے حساب
اِک عظیم انعام ہے اُمّ الکتاب

---

سورۃ الفاتحہ پر مبنی حمد۔

مالکِ مُطلَق ہے یَومِ الدِین کا
مُستحق ہر حمد ہر تحسِین کا

کوئی عالم میں نہیں تیرا شریک
رکھ جہت فکر و نظر کی میرے ٹھیک

تیرے بندے ہیں، عبادت بھی تری
چاہتے ہیں اِستِعَانت بھی تری

ہے فقط تجھ سے ہماری ہر طلب
تُو ہی رازق، تُو مُربّی، تُو ہی رَب

ہو عطا ہم کو صراطِ مُستَقِیم
جادۂ نُورِ ہدایت یا کریم

راستہ ایسا، جو ٹیڑھا ہے نہ کج
جو ازل سے ہے ترے پیاروں کا ڈھج[1]

---

[1] ڈھج، طور، طریقہ۔

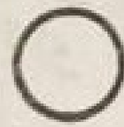
گمرہوں کی راہ سے ہم کو بچا
جن کی حالت پر غضب تیرا ہوا

دُور کر ہر فتنۂ وہم و خیال
پاک رکھ دل کو مرے یا ذُوالجلال

کون سُنتا ہے دُعا تیرے سوا
بخش دے مسلمؔ کو ہنگامِ جزا



یا اللہ یا ذوالاِکرام
فضل کا اپنے کر انعام



تُو خلّاقِ یکتا ہے یا کردگار
تری ذات پر ختم عزّت و وقار
نہیں ہے تری نعمتوں کا شمار
عیاں تجھ پہ ہیں میرے لیل و نہار
بہت ہے گراں سر پہ عصیاں کا بار
الٰہی، تجھی سے ہے میری پُکار

الشارقہ
جمعہ، ۲۹ نومبر ۱۹۸۵ء

# اے خدائے مہرباں

اے خدائے مہرباں — خالقِ و برِّ جہاں
لائقِ حمد و ثنا — زینتِ حرفِ زباں
تُو ہی رحمان و رحیم — دردِ دل کا رازداں
تُو ہی رَبُّ العالمین — رازقِ ہر دو جہاں
تُو محیطِ کائنات — کیا زمیں کیا آسماں
بے نیاز و بے مثال — بے حدود و بے کراں

---

لہ برّ: عظیم الاحسان

تُو ہی مُحیی تُو مُمیت     کارسازِ گلستاں
تُو بدیعِ[1] زندگی     موجۂ روحِ رواں
ہادیِ قلبِ سلیم     تُو ضمیرِ انس وجاں
صاحبِ عزّ و شرف     مالکِ سُود و زیاں
ماورائے ہر خیال     مُعجزِ[2] عقل و گماں
سب سے مخفی اور نہاں     سب پہ روشن اور عیاں
ظاہر و باطن میں تُو     تُو یہاں اور تُو وہاں
ذِکر تیرا ہے مجھے     باعثِ تسکینِ جاں

قلبِ مسلم کو بنا
اپنا گھر اے لامکاں

---

[1]: بدیع ، موجد ، خالق

[2]: مُعجز ، عاجز کر دینے والا۔

کراچی
۱۲ر جولائی ۱۹۸۴ء

# عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا[1]

روزِ اوّل ہی سُجھائے اُس نے شرح وبسط سے
سب رموزِ کُن ازل سے تا ابد اِک ربط سے

عِلمِ اسمار[2] اور اشیار کی حقیقت کھول کر
ڈھال[3] بخشی مجھ کو تخمین و گمان و خلط سے

---

[1] البقرہ، ۲-۳ - اور اللہ نے آدمؑ کو نام سکھلا دیئے تمام کے تمام، (یعنی تمام اشیائے کائنات کے اسما اور آثار وخواص کا علم اور معرفت آپ کو ودیعت فرما دیا۔ مسمّیٰ کے عرفان ماہیت کے بغیر صرف اسم جان لینا کوئی معنی نہیں رکھتا، گویا تمام علوم و فنون جو انسان قیامت تک حاصل کر سکتا ہے، وہ آدمؑ کی وساطت سے ابنِ آدم کی گھٹی میں رکھ دیئے گئے۔" کُلَّهَا " کی لامحدودیت محتاجِ بیان نہیں، صرف آج کے علوم وفنون کی ترقی ہی خیرہ کُن ہے، اور ابھی تو ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں، یہ اُسی لمحے کی فضیلت اور بخشش ہے۔

[2] و۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ج، البقرہ ۲ - ۲، یہ (وہ) کتاب (ہے کہ) اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، (یہ محض زبانی یادداشتوں یا روایتوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ باضابطہ و مستند نوشتہ اور اِک صحیفۂ مکتوب ہے)۔
ب۔ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ الحاقہ ۶۹ - ۵۱، اور یہ (قرآن) تحقیقی اور یقینی کتاب ہے۔

نورِ ایماں سے منوّر کر کے میرے قلب و جاں
اِعتلائے[1] بندگی بخشا کمال و فرط سے

مجھ کو افواجِ ملائک پر یہ بخشا افتخار[2]
اپنی شانِ بے نیازی سے جلالِ سلط سے

وا نہ تھے اُن پر جو اسرار و عُلومِ کائنات[3]
مُنکشِف مجھ پر کئے سارے وہ نظم و ضبط سے

مجھ کو بخشا بزمِ عالم میں نیابت کا شرف[4]
چھوٹ دے کر اپنی طاعت کے سوا ہر شرط سے[5]

---

[1] - اِعتلاء : بلندی، رفعت۔

[2] :- وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط البقرہ ۲ - ۳۴ - اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا، کہ آدم کے آگے جھک جاؤ (بطورِ اظہارِ عجز و نیاز اور تعظیم کے) تو (وہ سب) جھک گئے، سوائے ابلیس کے۔

[3] ، دیکھیے حاشیہ [1] صفحہ ۴۷ پر

[4] - وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ط البقرہ ۲ - ۳۰ - اور (وہ وقت یاد کرو) جب تیرے پروردگار نے (آفرینشِ آدم کے وقت، فرشتوں سے کہا، میں زمین پر اپنا ایک نائب بنانا چاہتا ہوں، ۔ (اللہ اکبر، مخلوق تو اس وقت بھی بہت تھی، جن میں ملائکہ بھی تھے، لیکن نیابتِ الٰہی کا شرف انسان کے حصّہ میں آیا)

حاشیہ [5] اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

پھر عطا فرمائی یکتا نعمت اُمُّ الکتابؑ
حشر تک محفوظؑ ہوں علم و ہُنر کے قحط سے

ہے اُسی لمحے کے لطفِ معرفت کی یہ عطا
جادۂ ایقاں میں ہوں ماموںؑ ہر اک خبط سے

---

صفحہ ۴۸ سے آگے :۔

۵۔ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ البقرہ ۲ - ۳۸ - پھر (اے آدم، اور اُن کی وساطت سے اے نوعِ بنی آدم)، اگر تمہیں میری طرف سے کوئی ہدایت (بذریعہ پیغمبران) پہنچے، تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا، سو اُن کے لئے نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ (روزِ جزا میں)

بابت صفحہ ہذا :۔

لہ۔ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ، آلِ عمران ۳ - ۷ - وہ وہی (ذاتِ باری) ہے، جس نے آپ پر کتاب اتاری، اس میں محکم آیتیں ہیں، وہی اُمّ الکتاب (اصل کتاب) ہے۔

ٰلہ۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ - الحجر - ۱۵ - ۹ - (اس نصیحت نامہ (قرآن)، کو ہم نے، ہاں، ہم ہی نے نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کے (ہمیشہ ہمیشہ کے لئے)، محافظ ہیں۔

ٰٰلہ۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ المائدہ ۵ - ۱۵ - بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (ہدایت)، اور واضح (روشن، مدلل اور محقق)، کتاب آچکی ہے، (اس لئے اب کسی وہم و گمان، خبط اور خلطِ مبحث کی گنجائش نہیں رہی)۔

پھر کیا واقف سمجھا کر ہر کم و بیشِ طریق[1]
اُمّتِ وُسطیٰ[2] کو مُسلّم بہترِ راہِ وسط سے



بس کہ ہے لاریب تجھ کو اختیارِ مستجاب
ہاتھ تو میں نے دعا کے ساتھ پھیلائے بہت

---

[1] كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ آلِ عمران ۳ - ۱۰۳ - اللہ اسی طرح کھول کر اپنے احکام (سناتا اور) سمجھاتا ہے تاکہ تم راہ یاب رہو۔

[2] وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ، البقرہ ۲ - ۱۴۳ - اور اسی طرح ہم نے تمہیں (ہر معاملہ میں) ایک اُمّتِ وسطیٰ (عادل اور میانہ رو) بنا دیا ہے، تاکہ تم جمیع انسانیت پر گواہ رہو (یعنی ان سب کے لئے اعتدال، میانہ روی اور عدل کا نمونہ و معیار قائم کرو)۔

شارجہ، پیر ۱۱ر مارچ ۱۹۹۱ء
۲۵ر شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ

# حمد

بفضلِ نورِ مطلق ضو فشاں ہوں
چراغِ محفلِ کون و مکاں ہوں

شرف اُس کی نیابت کا مِلا ہے
ازل سے صدرِ بزمِ کُن فکاں ہوں

دلِ ہنگامۂ امروز و فردا
جہانِ ہست کی نبضِ تپاں ہوں

سپہرِ "آدم الاسماء" کا سورج
علوم و فکر و فن کی کہکشاں ہوں

فرشتوں نے نہ جس نکتے کو سمجھا
ابھی تک حیرتِ دیدہ وراں ہوں

مری فطرت میں ہے تسخیرِ عالم
میں اپنی حد کے اندر بے کراں ہوں

ہُنر کارِ جہاں کا خاص فن ہوں[1]
زبانِ حُسن کا حُسنِ بیاں ہوں[2]

یہی دل بار گیرِ حرفِ حق ہے[3]
ضمیرِ صدق کا گنجِ گراں ہوں

مرا جاں آفریں، جانِ حقیقت
"ہُوَ الموجود"، مسلم، میں کہاں ہوں

---

[1] لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ٥ والتین ۹۵-۴
[2] عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ٥ الرحمٰن ۵۵-۴ [3] لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ط الحشر ۵۹-۲۱

الشارقہ
پیر، ۲۰؍ اپریل ۱۹۸۷ء

# ذوالجمال و ذوالجلال

خالقِ کون و مکاں　　کار سازِ کُن فکاں
رنگ و خوشبوئے چمن　　تو بہارِ بوستاں
چشم و دل کی روشنی　　مالکِ اقلیمِ جاں
آب و تابِ زندگی　　گرمیٔ نبضِ جہاں
نورِ قلب غم زدہ　　مشعلِ دشتِ گماں
بالِ پروازِ خیال　　موجۂ لفظ و بیاں

میری شہ رگ سے قریب | میری رگ رگ میں رواں
سازِ مانِ کائنات | موجِ روحِ سازماں
ذوالجمال و ذوالجلال | رنگ و بوئے جاوداں
مالکِ غیب و شہود | والیٔ کون و مکاں
بے عدیل و بے نشان | ہر نشاں اُس کا نشاں
ہر نفس اُس کی دلیل | ذرّہ ذرّہ کہکشاں
ہر طرف جلوہ فگن | روز و شب میں ضوفشاں
مالکِ یومِ جزا | حامیٔ دل خستگاں

سینۂ مُسلِم کا ساز
نغمۂ دل کی زباں

شارجہ
۲۹ اپریل ۱۹۸۴ء



رحمت کی بارش سے مولا من کی کھیتی لہکے
نامِ محمدؐ کی خوشبو سے گُلشن گُلشن مہکے

روشن روشن تیرے جلوے دُور کریں اندھیارے
پر بدبخت مرا دل کالا، دِن میں بھی جو بہکے

ارمانوں کی دلدل دُنیا، اِک ڈوبے اِک اُبھرے
کیسے دامن خشک رہے، دریا کے اندر رہ کے

گمراہی، مدہوشی، مستی، لغزش، حکم عدولی
کیسے کیسے داغ لگے، غفلت کی رَو میں بہ کے

عیب بھرے رگ رگ میں میری، رو رو بخشش مانگوں
تن کے رُوئیں رُوئیں میں سَو سَو آگ گُنہ کی دہکے

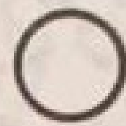
روشن رکھ قِندیل یقین کی مَولا میرے دِل میں
گھیرے کالے ہیں آسیبی سائے نفس کی شہ کے

تُو خالق تُو مالک یارَب، تُو چاہے تو بخشے
کر رحمت کی بارش مَولا، من کی کونپل چہکے

تیرے فضل سے اُٹھیں یارَب آنکھوں سے سب پردے
اُبھریں رَنگ تری اَحسن تقویم میں ڈھل کر تہ کے

لَب گویا تھے، آنکھیں پُرنم حال بھی تھا فریادی
دل کی بات ہے دل میں مسلم، ساری باتیں کہہ کے

ریاض الجنۃ، مدینہ منوّرہ
اتوار، ۳۱ مارچ ۱۹۸۵ء



محیطِ عالَم ہے حسُن تیرا، یہ میرا حسُنِ نظر نہیں ہے
ہزار پردوں میں ایک جلوہ، جہاں میں حسُنِ دگر نہیں ہے

ترے خیالِ حیات پرور سے لہلہاتی ہے کشتِ عالَم
خزاں گزیدہ چمن سے ابتر وہ دل کہ جو تیرا گھر نہیں ہے

تلاش میں تیری ہوں پریشاں، چمن میں مثلِ غزالِ وحشی
عبث تگ و دو، فضول وحشت، کہاں نہیں تو کدھر نہیں ہے

جمالِ رُخ کی تجلیوں سے نگاہِ عالَم ہوئی ہے خِیرہ
وفورِ جلوہ کا ہے یہ عالم مجھے مجالِ نظر نہیں ہے

اگر ہے چلمن میں بھی یہ صورت نقاب اُٹھے تو کیا سماں ہو
سمجھ میں آئی کلیمِ سینا کا کیوں یہاں پر گزر نہیں ہے

کہاں کی مے تھی، کہاں سے پی تھی، کہاں عدم ہے، کہاں ہے ہستی
عجیب شے ہے جنونِ مستی، خبر بھی ہے اور خبر نہیں ہے

سُنے ہیں لطف و عطا کے چرچے، پڑے ہیں برقِ ادا کے چرچے
نہالِ دل کو بھی آزماتے، یہ خار و خس کا شجر نہیں ہے

خیال و فکر و غمِ نہاں میں، جو تو نہیں ہے حریمِ جاں میں
ہزار سورج ہوں کہکشاں میں مگر طلوعِ سحر نہیں ہے

کڑی ہے مسلم دلوں کی بازی، جگر ہے آتش تو آنکھ پانی
عبث سراسر ہے زعمِ مستی، اگر لہو میں شرر نہیں ہے

ریاض الجنۃ ، مدینہ منوّرہ
جمعہ، ۲۹ مارچ ۱۹۸۵ء



ترا ٹھکانہ ہو جس میں یارب، عریسِ دل کو وہ گھر عطا کر
بہت بھیانک ہے ظلمتِ شب، چراغِ قلب و نظر عطا کر

لباسِ تقویٰ، لباسِ حکمت، لباسِ علم و ہنر عطا کر
نبیؐ کے دامانِ خلق و رحمت نے جو بکھیرے گہر، عطا کر

الٰہی آہِ سحر گہی دے، دلوں کو قندیلِ آگہی دے
جو ذکر سے تیرے کھل کے برسے مجھے وہی چشمِ تر عطا کر

لبوں پہ آیا جو ذکرِ انور، مشامِ جاں ہو گئے معطّر
کھلا ہو بابِ قبول جس پر، مری دعا کو اثر عطا کر

سحابِ رحمت سے یا الٰہی، ہری ہو مُردہ دلوں کی کھیتی
عصیرِ ایماں ہو رُوح جس کی، اُسی یقیں کا ثمر عطا کر

جدھر نظر ہے اُدھر تجلّی، ہزار گُل ہیں ہزار بجلی
ہزار جلوے، ہزار شوخی، ہزار تابِ نظر عطا کر

جو قلبِ مسلم میں ہے تلاطُم، مٹا دے سارے ظن و توہّم
چمن چمن میں کِھلے تبسّم، دلوں کو رنگِ سحر عطا کر



خدا مصوّر، نبی مصوّر
تو کیوں نہ ہو بے مثال پیکر

مُحَمَّدٌ

رَسُولُ

اللّٰهِ

# مُحَمَّدٌ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

مَیں نے وفورِ شوق میں چوما ہے بار بار
آپس میں نامِ پاک پہ جب میرے لب مِلے

شارجہ
۱۶ رجون ۱۹۸۴ء



ہو محبت سے ادا نامِ محمدؐ ایک بار
عمر بھر کے واسطے ہو سانس میری مُشکبار

پھر گلابوں سے معطّر ہے حریمِ دل مرا
ہیں پرو بالِ تصوّر، اور تری رہ گزار

صدقۂ نقشِ کفِ پا سے ترے ہے یہ عروج
عرش سے رُوئے زمیں پر ہے درودوں کی بہار

مرتکز تجھ پر ہوا ہے حسنِ تخلیق تمام
خاص دستِ خالقِ مُطلق کا تُو ہے شاہکار

ہے کسے خلوت گہِ حق میں گزر تیرے سِوا
ہے وَرا و ماورا میں کون تجھ سا باختیار

حق نے لطفِ خاص سے بخشا تجھے خُلقِ عظیم
تا اَبد ہے گلشنِ اَخلاق میں تجھ سے نِکھار

تابشِ نامِ محمدؐ سے مِرے فن کی جِلا
لوحِ دل پر ہر نفَس کرتا ہوں یہ نقش و نِگار

یا شفیع المذنبیں از راہِ لطف و التفات
حشر کے دن ہو مِرا تیرے غلاموں میں شمار

پھر تڑپتا ہے دلِ مسلِم حضوری کے لئے
یا محمدؐ اذن کا ہے منتظر یہ خاکسار

شارجہ
۲۶ جنوری ۱۹۸۴ء

# سُبحَانَ اللہ سُبحَانَ اللہ

(۱)

اے رحمتِ عالم صلِّ علیٰ — سُبحان اللہ، سُبحان اللہ
اے مظہرِ شانِ ربِّ علا — سُبحان اللہ، سبحان اللہ

اے قیمِ دیں، اے حق کی ضیا — اے نورِ مبیں، اے دل کی جلا
ہر لفظ ترا اسرار کُشا — سُبحان اللہ سُبحان اللہ

ہر آن حیاتِ نو بخشے — ایمان ویقین کی ضو بخشے
بے چین دِلوں کو ذکر ترا — سُبحان اللہ سُبحان اللہ

ہے تو ہی سراجِ ظلمتِ شب — تو ہی معراجِ ذوقِ طلب
تُو نورِ ہُدیٰ تو صُبحِ عطا — سُبحان اللہ سُبحان اللہ

ہے باغِ جہاں میں تجھ سے نمو
ہر پھول میں ہے تجھ سے خوشبو
تُو رونق و جانِ ارض و سما
سُبحان اللہ، سُبحان اللہ

تُو ساغر و مے، جانِ رگ و پے
تُو نغمہ و نے، تُو لحن تُو لے
تُو ہی سوز و تپش، تُو ہی ساز و صدا
سُبحان اللہ، سُبحان اللہ

اے احمدِ مرسل سیّدنا
اے رہبرِ اکمل سیّدنا
مشکل ہو مری حل سیّدنا
سُبحان اللہ سُبحان اللہ

کب آئے اِدھر طیبہ کی ہوا
کب آتا ہے فرحت کا جھونکا

مسلم جو ہو سیرِ رُخِ زیبا
سُبحان اللہ سُبحان اللہ

گلف ایئر
۳۱ر دسمبر ۱۹۸۴ء



ہو محمد مصطفٰےؐ پر اے خدا ہر دَم درُود
جس کے دَم سے ہے معطّر گلشنِ غیب و شہُود

باعثِ خلقِ جہاں زینت فزائے کائنات
آفتابِ بزمِ امکاں، رونقِ بزمِ وُجود

ہے اُسی کے نوُر سے فکر و نظر کی روشنی
ظُلمتِ شامِ خرد میں صبحِ عرفاں کی نمُود

وا ہوئے جس کی نظر سے بندگی کے پیچ و خم
جس نے سمجھاتے ہیں اِنس و جاں کو اسرارِ سُجود

کُھل گئے اُس کی حدیثِ لب سے ابوابِ شعُور
حرف اُس کا اِرتقائے ذہنِ انساں کا عمُود

اِعتلائے بندگی، تحریرِ پروازِ خیال[1]
حلقۂ طوقِ عبودیّت سفالت سے صعُود

وہ جو رہبر ہو تو آساں زندگی کے روز و شب
اُس کے نقشِ پا سے روشن منزلِ یومِ خلُود[2]

اُس کی چشمِ فیض سے فکر و نظر کا انقلاب
اُس کے لفظِ لب نے توڑے ہیں طلسماتِ جمُود

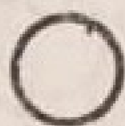
ہے اُسی کے نام سے ہر سانس مُسلم مُشکبار
رحمتیں ہیں عرش سے جس پر رواں مانندِ رُود

---

[1] :۔ تحریرِ پروازِ خیال۔ آزادیِ خیال

[2] :۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ قٓ ۵۰۔ ۳۴
جو کوئی بھی خدائے رحمان سے بے دیکھے ڈرتا ہوگا، اور رجوع ہونے والا دل لے کر آئے گا، اس کو حکم ہوگا، کہ، داخل ہو جاؤ اِس جنت میں سلامتی کے ساتھ۔ یہ دن ہمیشگی کا ہے۔

شارجہ
۹ر نومبر ۱۹۸۳ء



شاہدِ حق تُو ہے آقا اور ہے مشہود بھی
باعثِ تخلیقِ عالم خلق کا مقصود بھی

وقت کی دھڑکن میں ہے صبحِ ازل سے موجزن
تُو محمدؐ بھی ہے حامد بھی ہے اور محمود بھی

اوّلیں شاہد بھی تُو تھا، آخریں شاہد بھی تُو
بزمِ عالم میں ازل سے تا ابد موجود بھی

تیرہ و تاریک تھی، ویران تھی تیرے بغیر
بزمِ امکاں تیرے نقشِ پا سے ہے مسعود بھی

وا ہوئی راہِ یقیں مجھ پر بہ فیضانِ کرم
کھُل گیا مجھ پر گماں کا جادۂ مسدود بھی

سب صحیفے، سب نبی، مسلّم ہے جسکے نقیب
تُو ہے وہ ہادیِ مُرسَل، احمدِ مَوعُود بھی



مانتا ہوں تیرے کہنے سے، جسے دیکھا نہیں
جو ترا معبُود ہے، میرا وہی معبُود ہے

شارجہ
۲۰ر فروری ۱۹۸۴ء



کون تجھ بن شافعِ روزِ قیامت یا شفیع
ہے طلبگارِ شفاعت نوعِ انسانی جمیع

معدنِ جود و کرم سرچشمۂ علم و حکم
بے کراں رحمت تری، فیضان ہے تیرا وسیع

ہے زمین و آسماں پر ہر گھڑی چرچا ترا
ہر حدِ امکاں سے بالا ہے ترا ذکرِ رفیع

اسوۂ کامل ترا آئینہ دارِ الکتاب
ہر عمل تیرا سند، ہر قول ہے تیرا وقیع

تیری طاعت ہے سراسر طاعتِ پروردگار
تُو مُطاعِ دو جہاں لیکن درِ حق پہ مُطیع

سامنے طوفانِ ظُلمت کے رہا سینہ سپر
کون ہے تجھ سا بہادر، کون ہے تجھ سا شجیع

کون ہے تیرے سوا میرا وسیلہ یا رسُولؐ
کس سے ہو تیرے سِوا فریاد یا عبدالسّمیع

پھر ہے یلغارِ گماں کی زد میں یہ قلبِ ضعیف
اے طبیبِ کج دلاں، کر چارۂ طبعِ رَقیع[1]

کیوں نظر میری ہو محتاجِ حدیثِ دیگراں
کیوں دلِ آئینے کو دھندلائیں خیالاتِ شنیع[2]

قلبِ مُسلِم میں ہمیشہ نام سے تیرے بہار
گلشنِ عالَم میں تجھ سے جاوداں فصلِ ربیع

---

[1]۔ رقیع یعنی قلیل الحیا، احمق [2]۔ کمینے، قبیح، فاسد، بُرے

شارجہ
۱۸ر جنوری ۱۹۸۵ء

(۱)

یا محمدؐ ہو اب تو حضوری
جان میری یہ لے لے گی دُوری

دل مرا ہے کہ برقِ تپاں ہے
سر پہ عصیاں کا بارِ گراں ہے
کوئی مجھ سا نہیں ہے قصوری
یا محمدؐ ہو اب تو حضوری

ہوں سیہ کار اور دل ہے کالا
اِس میں ایمان کا ہو اُجالا
ایسی قندیل روشن ہو نوری
یا محمدؐ ہو اَب تو حضوری

ساقیٔ آبِ تسنیم و کوثر
دے شفاعت کے شربت کا ساغر

ایک جامِ شرابِ طہوری
یا محمدؐ ہو اَب تو حضوری

مجھ کو ہر طور پختہ یقیں ہے
وُہ ہے مالک اگر تُو امیں ہے

اور باتیں ہیں سب بے شعوری
یا محمدؐ ہو اَب تو حضوری

کاش پھر میں ترے در پہ آؤں
کاش پھر نورِ آنکھوں کا پاؤں

یہ تمنّائے مسلمؔ ہو پوری
یا محمدؐ ہو اَب تو حضوری

جان میری یہ لے لے گی دُوری
یا محمدؐ ہو اَب تو حضوری

شارجہ
۴ر جنوری ۱۹۸۴ء



سکونِ دِل کا خزانہ جہاں سے مِلتا ہے
چلو مدینے، کہ سب کچھ وہاں سے مِلتا ہے

خوشا وہ حُسنِ مُلاقاتِ یار کا منظر
وہ میزبانِ سما میہماں سے مِلتا ہے

درود و رحمتِ حق کی بہار ہے جس پر
تری زمیں کا پتا آسماں سے مِلتا ہے

یقین ہے کہ ادھر بھی تُو تو گیا ہے ضرور
نقوشِ پا کا نشاں کہکشاں سے مِلتا ہے

نگاہِ لُطف و عطا سے نوازتے ہیں ضرور
سلامِ شوق و محبّت جہاں سے مِلتا ہے

دلوں کے درد کا ذِکرِ رسولؐ ہے درماں
حیاتِ رُوح کا ساماں یہاں سے مِلتا ہے

بہارِ زیست اُسی کے جمال کا پرتو
سُرورِ جاں بھی اُسی گلستاں سے مِلتا ہے

حیات بخش ہے اُس کا خیالِ تابندہ
سُکونِ قلب اُسی مہرباں سے مِلتا ہے

جو مانگنا ہے، اُسی در سے مانگ لے مُسلمؔ
خُدا کے بعد اُسی آستاں سے مِلتا ہے

شارجہ
۲۶؍ جنوری ۱۹۸۴ء

# سُبحان اللہ سُبحان اللہ

(۲)

اے نورِ محمد صلِّ علیٰ — سُبحان اللہ سُبحان اللہ
اے مہرِ یقیں، قندیلِ ہُدیٰ — سُبحان اللہ سُبحان اللہ

ظُلمتِ شبِ غم کی دُور ہوئی — مشکوٰۃِ خرد پُر نُور ہوئی
اے نورِ حکم اے صُبحِ ذکا — سُبحان اللہ سُبحان اللہ

تُو خُلقِ حسن تُو خیرِ بشر — تُو رُوحِ زمن تُو حُسنِ سحر
تُو رنگِ چمن، تُو موجِ صبا — سُبحان اللہ سُبحان اللہ

تعمیرِ نظر دستور ترا — تُو قیصرِ بشر منشور ترا
ہر دَور کا تُو ہے راہنما — سُبحان اللہ سُبحان اللہ

اے روح مری، اے جانِ بدن　　غنیوں کے غنی، ذوالفضل و منن
صد فخر کہ میں ہوں تیرا گدا　　سُبحان اللہ سبحان اللہ

پیراہنِ جاں ہے تار مِرا　　مُضطر ہے بہت بیمار تِرا
رکھ سر پہ مرے اب دستِ شفا　　سُبحان اللہ، سبحان اللہ

یہ سوزِ جگر، یہ دیدۂ تر　　بس اب تو اِدھر، آقا ہو نظر
اے دافعِ حزن و رنج و بلا　　سُبحان اللہ، سبحان اللہ

اے صاحبِ رحمت و لطف و عطا
اک حرفِ شفاعت، عفوِ خطا

ہے مسلمِ خستہ تیرا گدا
سُبحان اللہ، سبحان اللہ

الشارقہ
اتوار، یکم ستمبر ۱۹۸۵ء

(۱)

مُبتدا[1]، مُنتہا[2]، مُصطفیٰ، مُصطفیٰ
مقصد و مُدّعا، مُصطفیٰ، مُصطفیٰ

سرورِ کارواں، رہبرِ انس و جاں
مُرشد و رہنما، مُصطفیٰ، مُصطفیٰ

نورِ کون و مکاں، مرجعِ دو جہاں
مرتضیٰ[3]، مجتبیٰ[4]، مُصطفیٰ، مُصطفیٰ

اُس کا جو نقشِ پا، وہ مرا راستہ
مُقتدا[5]، مُقتضا[6]، مُصطفیٰ، مُصطفیٰ

---

[1]: مُبتدا، آغاز [2]: مُنتہا، انجام [3]: مرتضیٰ، جس سے راضی ہوا جائے، پسندیدہ۔
[4]: مجتبیٰ، مقبول، منتخب [5]: مُقتدا: پیشوا جس کی پیروی کی جائے [6]: مقتضا، مطلب و مراد، جس کی خواہش کی جائے۔

مرہمِ دردِ وغم ، چارہ سازِ الم
وُہ اَثر ، وُہ دوا ، مصطفیٰ مصطفیٰ

میرا جاہ وحشم ، خاکِ کوُئے حرم
میرے دل کی صدا ، مُصطفیٰ مُصطفیٰ

قُرۃ العین بھی ، رُوح کا چین بھی
قلب کا حَوصلا ، مُصطفیٰ مُصطفیٰ

نورِ قلب وبصر ، ظُلمتوں کی سحر
ذہن ودل کا ذیا ، مُصطفیٰ مُصطفیٰ

دافعِ ہر بلا ، اُس کا ذِکرِ عُلا
مُژدہ جانفزا ، مُصطفیٰ مُصطفیٰ

مُسلمِ خستہ جاں ، ہے سگِ آستاں
وا ہو دستِ عطا ، مُصطفیٰ مُصطفیٰ

شارجہ
۱۰ر جنوری ۱۹۸۵ء



باعثِ تنویرِ عالم ہے محمدؐ کا درود
سایۂ خیر البشرؐ ، نوعِ بشر پر ابرِ جود

سارے اچھے نام دیتا ہے اُسے ربِّ حمید[1]
وہ محمدؐ ، احمدؐ و محمودؐ و حماد و حمودؐ[2]

اُس نے ہی ہم کو سجھائی زندگی کی اُونچ نیچ
اُسوۂ تاباں سے روشن ہو گئیں ساری حُدود

ہے محمدؐ سے چمن زارِ جہاں میں تازگی
ہیں مدینے کی ہوائیں رشکِ عطر و مُشک و عُود

---

[1] :- حمید، قابلِ تعریف [2] ؛ حامد، تعریف کرنے والا ، محمود، سزاوارِ مدح و تعریف ، احمدؐ ، "بہت زیادہ تعریف کرنے والا" ، محمدؐ ، جس کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہو ؛ حمود ، تعریف کرنے والا ۔

وہ جو ہے درمانِ دردِ دل مدارِ زندگی
ہیچ ہیں اندیشہ ہائے گردشِ چرخِ کبود

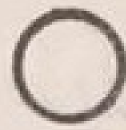
اس سے بڑھ کر اور کیا سوداگری حینِ حیات
اتباعِ مصطفےٰ ہے زندگی کا نفع و سُود

حشر میں اُس کی غلامی میری شانِ امتیاز
اُس کے حسنِ فیض سے روشن مرے داغِ سجود

یا رسول اللہ، شفاعت کیجیے یومِ نشور
یا رسول اللہ، رحمت کی نظر یومِ کشود

دھڑکنوں میں دل کی مُسلم اُس کی ہی آوازِ پا
بر ربطِ تارِ نفس میں اُس کی سانسوں کا سُرود

شارجہ
۱۷ جنوری ۱۹۸۵ء



بیکل ہے تپِ ہجر میں بیمارِ محمدؐ
لا دستِ شفا، موجِ پہ چمن زارِ محمدؐ

پھر میرے مقدّر میں مدینے کا سفر ہو
پھر کوئی بنے صورتِ دیدارِ محمدؐ

دنیا میں میسّر ہو اطاعت شہِ دیں کی
عقبیٰ میں ملے قربتِ سرکارِ محمدؐ

مجھ بندۂ عاصی پہ بھی یارب یہ کرم ہو
محشر میں رہوں ہمرہِ ابرارِ محمدؐ

ہے مُژدۂ "مَنْ زَارَنِی"[۱] جاں بخششی کو ورنہ
ہے مَوردِ تعزیر خطاکارِ محمدؐ

ہر ضرب میں دل کی ہے اُسی نام کی دھڑکن
ہر سانس مری رشتۂ اذکارِ محمدؐ

نازاں نہ ہو کیوں طالعِ بیدار پہ مُسلم
دامن ہے مرا، دستِ گہربارِ محمدؐ

---

[۱]: مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جَوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ط (حدیث، جس نے قصداً میری زیارت کی، وہ قیامت کے دن میرے قریب ہوگا، مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ ط (حدیث، جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت لازمی ہو گئی۔

شارجہ
۱۸ر جنوری ۱۹۸۵ء

(۲)

یا نبیؐ ہو میسّر حضوری
جان لے لے گی ورنہ یہ دُوری

تُو ہی دُکھتے دلوں کا ہے درماں
دشت تیری نظر سے گلستاں
شانِ فیضانِ رحمت وفوری
یا نبیؐ ہو میسّر حضوری

دل مُذبذب، ارادوں میں لرزش
اور وہم و گماں کی ہے یورش
اب سہارا ہے تیرا ضروری
یا نبیؐ ہو میسّر حضوری

تیرے قدموں میں میرا ٹھکانا
مجھ کو اللہ سے بخشوانا
اُس کی عادت غفوری، شکوری
یا نبیؐ ہو میسّر حضوری

تجھ سے ہے میرے آقا گزارش
حشر میں کرنا رب سے سفارش
جس کی واقف ہے شانِ غفوری
یا نبیؐ ہو میسّر حضوری

یا محمدؐ ہو اِذنِ مدینہ
دُور تجھ سے نہیں کوئی جینا
زندگانی ہے مسلِم ادھوری
یا نبیؐ ہو میسّر حضوری

جان لے لے گی ورنہ یہ دُوری
یا نبیؐ ہو میسّر حضوری

مدینہ منورہ
پیر، ۳۰ر دسمبر ۱۹۸۵ء



وقفِ ذکرِ حضرتِ خیر البشرؐ ہوتی گئی
زندگی لمحہ بہ لمحہ معتبر ہوتی گئی

ایک ساعت جو ملی دربارِ رحمت میں مجھے
باعثِ تسکینِ جاں وہ عمر بھر ہوتی گئی

کھُل گئے قفلِ ضلالت اُس نگاہِ لطف سے
بے خبر دنیا سے دل تھی، باخبر ہوتی گئی

علمِ اسما کے سبھی اسرار وا ہوتے گئے
ہفت افلاک آشنا اِک مُشت پر ہوتی گئی

کیا مُعلّم ہے وہ اُمّی، جس کے فیضِ چشم سے
ایک مُشتِ خاک مجھ جیسی گہر ہوتی گئی

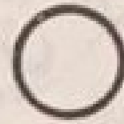
رفعتِ شانِ محمدؐ کا یہ ادنیٰ سا نشاں
نقشِ پا سے، کہکشاں ہر رہ گزر ہوتی گئی

مرہمِ زخمِ جگر ہوتا گیا ذکرِ جمیل
داستانِ دردِ مسلمؔ، مختصر ہوتی گئی



رحیم و راحم، عمیمِ احساں
غنی، سخی و سحابِ غفراں

الشارقہ
اتوار، ۲۵ جون ۱۹۸۹ء



فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک نُور کا منظر دیکھا ہے
جب سے ہم نے خواب میں اُن کا چہرۂ انور دیکھا ہے

دل میں سرورِ محبّت چھلکے، آنکھیں بھی روشن روشن
شانِ خدا کا، حُسنِ ازل کا جس نے مظہر دیکھا ہے

قلب و نظر میں ذکر سے اُن کے کیسے نہ گُلشن گلشن ہو
صرف خیال سے جن کے مشامِ جاں کو معطّر دیکھا ہے

خیرِ بشر، محبوبِ الٰہی، خاتمِ سلسلۂ پیغام
محفلِ کون و مکاں میں کس نے اُن کا ہمسر دیکھا ہے

دھوپ میں ظلِّ سحابِ رحمت رنج میں سامانِ تسکیں
اُن کے ہر اِک رُوپ میں ہم نے سایۂ داور دیکھا ہے

بحرِ محبت، خیرِ مجسّم، خُلقِ عظیم، اِحسان و عطا
یوم ازل سے کِس نے ایسے حُسن کا پیکر دیکھا ہے

لطف و عنایت، رحمت و شفقت ضبط و تحمُّل، عفو و کرم
کیا بتلائیں ہم نے وہ کیسا یکتا دلبر دیکھا ہے

اُن کے ہی سنگِ در سے نسبت حشر میں کام آئے گی مرے
آنکھ سے جو بھی اشک ہے ٹپکا، بنتے گوہر دیکھا ہے

گوشہ گوشہ خوشبو خوشبو، موجِ ہوا میں سرشاری
نیند سے اُٹھ کر ہم نے معطّر یوں اپنا گھر دیکھا ہے

اُن کے در پر حاضری میری خواب ہے یا کہ ہے بیداری
کہیئے مسُلمؔ ایسا کسی نے اوجِ مقدّر دیکھا ہے

مدینہ منورہ
جمعرات ۲۸؍ مارچ ۱۹۸۵ء



ظُلمتوں میں روشنی کے دَر کُھلے
بند تھے اندر سے دَر، باہر کُھلے

ہے منوّر بزمِ علم و آگہی
رازِ سربستہ ہر اِک سر کُھلے

کٹ گئی ہے ظُلمتِ شامِ گماں
صبحِ نَو آئی، یقیں کے دَر کُھلے

ہر حدیثِ فکرِ نو پر دل کے باب
بند کر رکھّے تھے ہم نے، پر کُھلے

وا لگے ہونے رُموزِ کائنات
عِلمِ اَسما[1] کے نہاں جوہر کُھلے

---

[1] عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا۔ اسی کتاب میں کسی دوسری جگہ تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

مُرتبط ہونے لگی بزمِ شہود
کثرتِ وحدت کے سب مظہر کھُلے

ہے وہی میرِ مقالیدِ اُمور
عُقدہائے زیست سب یکسر کھُلے

چھیڑتی ہے اب ثریّا کو نظر
سینۂ تاریکِ بحر و بر کھُلے

انجم و شمس و قمر پر کیا وقوف
ہم پہ سب اسرارِ بالاتر کھُلے

کشتیِ دل لے گئی ساحل کے پاس
ٹوٹ کر جب بندِ چشمِ تر کھُلے

حاضری کو مُسلم بے نام کی
رحمتہٌ للعالمینؐ کے در کھُلے

مسجد نبویؐ، مدینہ منوّرہ
بدھ، ۲۷ مارچ ۱۹۸۵ء



خوش بخت و خوش مآل ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں
اِک کیفِ بے زوال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

ہر آن ہے نگاہ میں وہ جلوۂ جمال
آئینۂ جمال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

آزادیٔ خیال کی اللہ رے اُڑان
خوش فکر و خوش خیال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

محبوبِ رب ہے جو وہی میرا حبیب ہے
ہم ذوقِ ذوالجلال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

دل اُن کے عکسِ نُور سے ہے رشکِ آفتاب
اِک شمعِ لم یزال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

قلب و نگاہ لطف سے اُن کے ہیں لالہ زار
پتّھر تھا، دُر کا لال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

وہ سَر بسَر کرم کا ہیں دریائے بے کنَار
سَر تا قدم سوال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

مُسلِّم ملی ہے نعمتِ دَربارِ مُصطفٰےؐ
رحمت سے مالا مال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

الشارقہ
جمعہ، ۳۰ راگست ۱۹۸۵ء

(۲)

آفتابِ ھُدیٰ، مُصطفےٰ! مُصطفےٰ!
رہبر و رہنما، مُصطفےٰ! مُصطفےٰ!

سایۂ نورِ حق، وہ جبینِ فَلَق[1]
ظُلمتوں میں ضیا، مُصطفےٰ! مُصطفےٰ!

تاجدارِ اُمم، شہریارِ اِرَم
سرورِ ماسوا، مُصطفےٰ! مُصطفےٰ!

وُہ ہدایت کا نُور، وُہ ہی شمعِ شعور
مشعلِ اِتّقا، مُصطفےٰ! مُصطفےٰ!

---

[1] فلق، صبحِ صادق

وُہ ہے شمس الضّحیٰ، وُہ ہی بدرالدُّجیٰ
جلوۂ حق نما، مُصطفےٰ، مُصطفےٰ

وُہ دلیلِ مُبیں، آیتوں کا امیں
مرضیٔ کبریا، مُصطفےٰ مُصطفےٰ

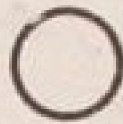
روشنی کا نقیب، وُہ خدا کا حبیب
رحمتوں کی گھٹا، مُصطفےٰ مُصطفےٰ

وُہ ہے بُرہانِ حق، وجہِ عرفانِ حق
ترجمانِ خُدا، مُصطفےٰ، مُصطفےٰ

نُزہتِ فکر و فن، راحتِ جان و تن
موجِ بادِ صبا، مُصطفےٰ، مُصطفےٰ

مُسلمِ دلِ زدہ کا بروزِ جزا
شافعِ و آسرا، مُصطفےٰ، مُصطفےٰ

مدینہ منوّرہ
جمعرات ۲۸، مارچ ۱۹۸۵ء



نعتِ رسولِ پاکؐ میں میرے جو لب کھُلے
دارین کی فلاح کے ابواب سب کھُلے

ہر منزلِ خیال سے آگے تھی دسترس
کشفِ رمُوزِ یار کے جتنے تھے ڈھب کھُلے

میں نے تو شوق میں کیا خم اِک سرِ نیاز
واں لطف و التفات کے سارے سبب کھُلے

اُمّی لقب رسولؐ کے فیضانِ علم سے
دروازہ ہائے دانش و علم و ادب کھُلے

کیا جُود و مہر و شفقت و رحمت کا ہو بیاں
وُہ مطلعِ سخا ہے، کہ بس بے طلب کھُلے

مجھ کو کہاں سلیقۂ حُسنِ طلب نصیب
اُس کا کرم کہ لُطف کے در بے سبب کھُلے

میں چار دانگِ دہر میں مستی بکھیر دوں
مُسلِم جو کچھ حقیقتِ کیفِ عجب کھُلے



امینِ وحی و رسولِ خاتم
سپہرِ حکمت علیم عالِم

شارجہ
۱۸ر جنوری ۱۹۸۵ء

## (۳)

یا محمدؐ ہو اب تو حضوری
جان میری یہ لے لے گی دُوری

تُو ہی اوج و شرف میں ہے کامل
حق و باطل میں اِک حدِ فاصل
اُونچی تیری ہے شانِ ظہوری
یا محمدؐ ہو اَب تو حضوری

دِل میں خوفِ الٰہی کی لَو ہو
اور تیری محبت کی ضَو ہو
حاصلِ زِیست ہے یہ سُرُوری
یا محمدؐ ہو اب تو حضوری

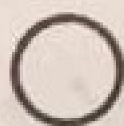
عہد کر کر کے میں ڈولتا ہوں
آنسوؤں کے گہر رولتا ہوں
چھائی ہے ظلمتِ نا صبوری
یا محمدؐ ہو اب تو حضوری

بس وہی مالکِ یومِ دیں ہے
اور تو رحمتِ عالمیں ہے
اور سب کا ذبی و کفوری
یا محمدؐ ہو اب تو حضوری

تیری رحمت کا ہے باب عالی
مُسلِم خستہ جاں ہے سوالی
اس پہ آساں ہو یومِ نشوری
یا محمدؐ ہو اب تو حضوری

جان میری یہ لے لے گی دُوری
یا محمدؐ ہو اب تو حضوری

مدینہ منورہ
پیر، ۳۰/ دسمبر ۱۹۸۵ء



پھر وفورِ شوق میں خونِ جگر ہوتی گئی
باعثِ لطفِ نظر یہ چشمِ تر ہوتی گئی

لطف و احسان و کرم کا سائبان تنتا گیا
اُن کو میرے حال کی جیسے خبر ہوتی گئی

آتی ہے ہر صبح لے کر اُن کی خوشبوئے بدن
نکہتِ بادِ بہاری میرے گھر ہوتی گئی

اِک کرن اُس مہرِ رحمت کی ہوئی تھی منعکس
قلب کی تاریک راتوں کی سحر ہوتی گئی

ما سوا میں کون ہے اُن کے سِوا جلوہ فگن
"رُخ جدھر اُن کا ہُوا، دنیا اُدھر ہوتی گئی"[۱]

حشر کے دن سب نگاہیں اُٹھ رہی تھیں رنگ سے
میری جانب جو شفاعت کی نظر ہوتی گئی

جیسے جیسے ظرفِ دل مسلم ہوا وسعت پذیر
اُس طرف سے بارشِ علم و ہنر ہوتی گئی



محمدؐ ہے راہِ یقیں کا دیا
محمدؐ ہے قلب و نظر کی جلا

---

۱؎۔ طرح مصرع۔

مدینہ منورہ
جمعرات، ۲۸؍ مارچ ۱۹۸۵ء



آسماں پر رحمتوں کے در کھلے
مدحتِ سرکارؐ کے دفتر کھلے

مِل گئی اتمامِ نعمت کی نوید
بابہائے رحمتِ داور کھلے

ہو محمدؐ کی نگاہِ التفات
بے گماں ہر جادۂ انور کھلے

ہو گئی روشن رہِ فکر و شعور
طائرِ تخئیل کے شہپر کھلے

وہ کلیدِ علم و عرفان و حِکَم
قُفل ٹُوٹے، بیکراں منظر کھُلے

وہ مُزکّی ، وہ معلّم، وہ کتاب
کتنے ہی دَر ذہن کے اَندر کھُلے

دل پہ روشن ہیں نتائج کے سبق
صحیفۂ اسباب کے مصدر کھُلے

لہلہائی فصلِ تحریرِ بشر
فطرتِ انسان کے جوہر کھُلے

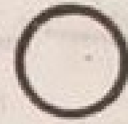
لَد گیا انساں کی محکومی کا دَور
بے بسوں کے بھی ہیں بال و پَر کھُلے

ہو دلِ مُسلم پہ گر اُن کی نظر
کیوں نہ اُس پر فرقِ خیر و شر کھُلے

---

ے۔ تحریر: حریت، آزادی

الشارقہ
بدھ، ۷ اگست ۱۹۸۵ء



بھروں جھولی درِ خیر البشرؐ سے
حِکَم سے، فہم سے، علم و ہُنر سے

اُڑا کر لے چلے طیبہ کی جانب
یہی ارماں ہے اپنی مُشتِ پر سے

لُٹاؤں گوہرِ اشکِ ندامت
مجھے نسبت ہے اُن کے سنگِ در سے

کرم ہو اُمّتِ عاصی پہ آقا
کہیں پانی گزر جائے نہ سر سے

جو میرے رہنما و ناخدا ہیں
محمدؐ ہی نکالیں گے بھنور سے

اندھیرے چھٹ گئے پھیلا اُجالا
دلوں کے در کھُلے لطفِ نظر سے

صراطِ مُستَقیم حق کی منزل
ہوئی روشن مدینے کے سفر سے

اُنھیں کا آستاں کاشانہ میرا
اماں میں ہوں شرِ برق و شرر سے

وُہ اِک لمحہ جو اُن کے در پہ گزُرا
مرا حاصل ہے مُسلّم عمر بھر سے

شارجہ
۲۶ر نومبر ۱۹۸۷ء



سیّدِ ذو منزلت، ذی مرتبت، ذاتِ مکیںؐ
سَرورِ کُل انبیاءؑ و خاتمِ کُل مُرسلیں

نُورِ اوّل، نورِ آخر، واقفِ منشائے حق
شاہدِ ہنگامِ کُن، بزمِ ابد کے سیر بیں

تُو شہیدِ جلوہ گاہِ خلوتِ ربِّ جلیل
کون ہے تیرے سوا اَسرارِ ایزد کا امیں

عرصۂ کونین میں ہے کون تجھ سا سرفراز
رحمتہٌ للعالمیںؐ، محبوبِ ربُّ العالمیں

خَلوت و جَلوت تری آئینۂ خُلقِ عظیم
خوبی و خیر و حُسن تیرے چمن کے خوشہ چیں

ہے مکمّل ذات میں تیری جمالِ کائنات
باعثِ شادابیِ گلشن ترا وجہِ حسیں

ہر نفَس عرشِ بریں سے ہے درودوں کی بہار
نکہتِ رحمت سے ہے معمور طیبہ کی زمیں

ظُلمِ خود کردہ سے آلودہ ہے دامانِ عمَل
ہے شفاعت ہی تری عفوِ امیدِ آخریں

کھینچتی ہے پھر تری خوشبو مدینے کی طرف
اے گُلِ ایمانِ مُسلِم، اے گلُستانِ یقیں

مسجدِ نبویؐ ، مدینہ منوّرہ
بدھ، ۲۷ مارچ ۱۹۸۵ء



مسرور و مستِ حال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں
یا رب بہت نہال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

پیتا ہوں روز چشمۂ خضرا سے بھر کے جام
مستِ مئے جمال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

پھرتا ہوں مرغزار میں رحمت کے بے خطر
میں رشکِ صد غزال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

ہوں خوشہ چینِ گلشنِ خُلقِ حضورؐ میں
ذی حُسن و باکمال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

ہے وہ طبیبِ خاص ہی میرا مرض شناس
بے حُزن و بے ملال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

اُس نورِ پاک سے ہوئی دل کی مرے جِلا
وہ صاحبِ جمال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

محبوبِ بے مثال ہیں، دل کا قرار ہیں
خوش بختِ بے مثال ہوں، شہرِ نبیؐ میں ہوں

مجھ کو نبیؐ کے باغ کی مُسلِمؔ لگی ہَوا
شاداب ہوں، نہال ہوں، شہرِ نبیؐ میں ہوں

شارجہ، جمعرات ۲۱ مارچ ۱۹۹۱ء
۵ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ



غلامِ سرورِ کون و مکاں ہوں
عُلو کی انتہا ہے میں جہاں ہوں

مدینے میں ہوں، اُن کا میہماں ہوں
کہاں ہوں اور کِن کا ہمقِراں[1] ہوں

فلک پر ہیں قدم اُن کے سبب سے
زمینی ہوں پہ فخرِ آسماں ہوں

محمدؐ کے قدم کی خاک ہوں میں
وہ ذرّہ ہوں کہ مہرِ دو جہاں ہوں

---

[1] ہمقِراں: قریں

مرے صیقل گرِ دل ہیں محمدؐ
میں اُن کی روشنی میں دُرفشاں ہوں

ملا اُن کی غلامی میں وہ جوہر
دلِ ہر ذرّہ میں برقِ تپاں ہوں

ہوں سیرابِ سحابِ غیثِ رحمت
خسِ طیبہ ہوں، رشکِ صد جناں ہوں

پروتا ہوں سرشکِ تر کی لڑیاں
ندامت کے چمن کا باغباں ہوں

کہاں مجھ سا غنی مسلم جہاں میں
گدائے مصطفےٰ ہوں، کامراں ہوں

الشارقہ
ہفتہ، ۳۱ اگست ۱۹۸۵ء

(۳)

جادۂ حق نما، مُصطفےٰ، مُصطفےٰ
منزلِ اصطفیٰ[1]، مُصطفےٰ، مُصطفےٰ

اَصفی الاَصفیاء، اَقدسُ الاَقدساء
اَفضلُ الاَنبیاء، مُصطفےٰ، مُصطفےٰ

بعدِ حق معتبر، میرِ نوعِ بشر
وہ ہے خیرُ الوریٰ[2]، مُصطفےٰ، مُصطفےٰ

باعثِ کل جہاں، کیا زماں کیا مکاں
نازِ ارض و سما، مُصطفےٰ، مُصطفےٰ

---

[1]: اِصطفیٰ، امتیاز، انتخاب، بزرگی [2] خیرالوریٰ، تمام کائنات یا ماسوائے سب سے بہتر۔

شہرِ علم و ہُنر، آفتابِ سحَر
چشمہ سازِ ضیا، مُصطفےٰ، مُصطفےٰ!

تاجِ رُوحِ بشر۔ مُنتہائے نظر
نقطۂ اِرتقا، مُصطفےٰ! مُصطفےٰ!

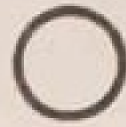
وُہ حبیبِ دلاں، وُہ طبیبِ دلاں
ہر مرض کی دوا، مُصطفےٰ! مُصطفےٰ

رحمتوں کا جہاں، خُلق کا گلُستاں
لائقِ ہر ثنا، مُصطفےٰ! مُصطفےٰ

حشر میں یا نبیؐ، ہو شفاعت مری
ہر خطا بخشوا، مُصطفےٰ! مُصطفےٰ

مُسلِم مبتلا ہے بھلا یا بُرا
ہے ترا ہی گدا، مُصطفےٰ! مُصطفےٰ

ریاض الجنّت، مدینہ منوّرہ
ہفتہ، ۳۰ مارچ ۱۹۸۵ء



دِل کو زہے حضوریِ محبوبِ ربّ ملے
اِس عالمِ وجود کا آخر سبب ملے

وُہ کیف اُن کے ذکر میں ہر روز و شب ملے
گویا کہ میرے پاس ہیں گویا کہ اب ملے

اے دل نگاہِ شوق سے اُن کی طرف تو دیکھ
ہر جلوۂ شہود بحدِ ادب ملے

میں نے وفورِ شوق میں چُوما ہے بار بار
آپس میں نامِ پاک پہ جب میرے لب ملے

بزمِ خیال میں ہے یہ سرشارئ کمال
ہم کو کہاں یہ ہوش کہ وہ ہم کو کب ملے

زندہ ہوئی ہیں خُلد کی اِقدار دل پزیر
جو نائبِ الٰہ کا رُتبہ ہے، اَب ملے

مَل کر جبیں پہ چین سے سو جاؤں حشر تک
جو خاکِ پائے سیّدِ والا حَسَب ملے

بیتاب دل، فسردہ نظر خونچکاں جگر
بخشش کو میری لطف کے اسباب سَب ملے

کشتِ عمل اُجاڑ ہے، بنجر ہے، بانجھ ہے
لِلّٰہ مری نجات کا کوئی تو ڈھب ملے

خَم ہو سرِ نیاز جو اُس دَر پہ ایک بار
پورا ثوابِ بندگیٔ مُستحَب ملے

ہر سُو اُنہیں کے نام کے نغمے بکھیر دوں
مُسلِم جو کچھ سلیقۂ شعر و ادَب ملے

الشارقہ
منگل ۶۰ اگست ۱۹۸۵ء



اُٹھی فریاد میری چشمِ تر سے
سحابِ رحمتِ حق کھُل کے بَرسے

کبھی گزروں جو تیری رہ گزر سے
وضو پہلے کروں خونِ جگر سے

ترے قدموں میں آقاؐ جان دینا
متاعِ فخر صد عمرِ خضرؑ سے

تری خاکِ کفِ پا بن کے سوؤں
تمنّا لے کے نِکلا ہوں یہ گھر سے

تری آوازِ پا سانسوں میں میری
سکونِ دل رہے تیری خبر سے

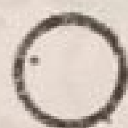
سلامِ شوق کی سوغات میری
ملے رحمت کے گلدستے اُدھر سے

جمالِ مصطفےٰؐ سے دل ہے روشن
نگوں سر کیوں ہوں احسانِ سحر سے

ہے گوہر بار ابرِ لطف و رحمت
کوئی آسودگی کو اب نہ ترسے

نشاط و انبساطِ قلبِ مُسلم
محمدؐ ہی کے فیضانِ نظر سے

الشارقہ
پیر، ۲۶ جون ۱۹۸۹ء



یا محمدؐ میرے دل سے دھویئے غفلت کا زنگ
پھر مجھے سکھلایئے ایمان سے جینے کا ڈھنگ

شیشۂ دل سے مٹا دیجے خیالاتِ شنیع
ہو مرے سعی و عمل پر اُسوۂ تاباں کا رنگ

کیجیے صیقل مرے قلب و نظر کو نُور سے
ہو تخیل پر نہ میرے وسعتِ افلاک تنگ

مہرباں ہو کر بُلا لیجے مجھے پھر ایک بار
موجزن ہے حاضری کی قلبِ مضطر میں اُمنگ

ہر نفس مجھ کو عطا ہو آپؐ کا قربِ جمیل
ہر دم مشکل میسر آپ کا ہو ساتھ سنگ

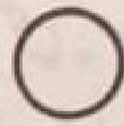
حشر کے دن ڈھانپ لیجے اپنی کملی میں مجھے
آپؐ ہی اُس دن ہیں میرے حافظِ ناموس و ننگ

میں گزیدہ ہوں تو اپنی شامتِ اعمال کا
عمر بھر کا ماحصل، احکامِ ربانی سے جنگ

یا محمدؐ اب شفاعت کیجے اللہ سے
ہے اُسے محبوب خُلقِ احمدی کا انگ انگ

مانگئے اپنے مُحب سے بخشش مسلم کی بھیک
آپؐ مالک اور میں ہوں آپ کی چوکھٹ کی مُنگ

مدینہ منورہ
ہفتہ، ۳۰ مارچ ۱۹۸۵ء



ایسے نصیب ہوں، درِ خیر البشرؐ ملے
میرا نہیں سوال کہ اوجِ قمر ملے

تسکینِ قلب، جادۂ ایقاں نگاہِ لطف
کیا کیا یہاں نہ خاک سے لعل و گہر ملے

پائے درِ رسولؐ سے ایمان و آگہی
پاکیزگیٔ دل ملی، علم و ہنر ملے

قائم ہوئی روایتِ تکریمِ آدمی
انساں کے نقشِ پا حرمِ عرش پر ملے

ہر دم رواں دواں ہوا حکمت کا آبشار[1]
تسخیرِ کائنات[2] کے سارے ہنر ملے

بندوں پہ ختم ہو گئی بندوں کی خواجگی
منہ کو ملی زبان تو اُڑنے کو پر ملے

مُسلِم ترے حضور میں ہے جان و تن کیساتھ
ہے جان و تن نثار جو بارِ دگر ملے

---

ؔ۱: وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ط
البقرہ ۲ - ۲۶۹ ، اور جسے حکمت عطا ہو گئی، اُسے یقیناً خیر کثیر عطا ہو گئی۔
(بالخصوص امورِ دین میں فہم صحیح)۔

ؔ۲: اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً ط

لقمان ۳۱ - ۲۰ - کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے لیے تسخیر کر دیا ہے اس سب کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور تم پر پوری کر رکھی ہیں اپنی تمام ظاہری و باطنی (معنوی) نعمتیں۔

مدینۂ منوّرہ
ہفتہ، ۳۰ مارچ ۱۹۸۵ء



میری جبینِ شوق کو وُہ سنگِ در ملے
یعنی ضمیرِ خاک کو نورِ سحر ملے

دیکھوں تری نگاہ سے ہر منظرِ شہود
آقاؐ ترے طفیل وُہ حُسنِ نظر ملے

اِس خستہ حال پر رہے کچھ اس طرح نظر
ہر دَم ترے خیال سے تری خبر ملے

ہے جستجو میں روزِ ازل سے یہ کائنات
نقشِ کفِ رسولؐ کی اَب رہ گزُر ملے

ہیں محترم تو انبیاء سارے مگر ہمیں
معراج جن کی شان ہے وہ راہبر ملے

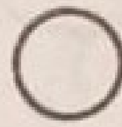
گُل پاشیاں کریں مرے پاؤں کے آبلے
مجھ کو جو اُس دیار کا اذنِ سفر ملے

مُسلّمِ حریمِ قلب میں اُن کا درُود ہے
ہر نغمۂ نفس میں بس اُن کی خبر ملے



شرفِ آفرینش کو اُس کا وُرود
اُسی سے ہے کون و مکاں کا وُجود

شارجہ
۱۳ جون ۱۹۸۴ء



اے موجۂ جاں پرور، اے لالۂ صحرائی
اے نورِ شبِ ظلمت، سر چشمۂ دانائی

کُچلے ہوئے انساں کی تقدیر نے کروٹ لی
ویران گُلستاں میں پھر فصلِ بہار آئی

ہر بات اَدھوری تھی، جو بزم تھی سُونی تھی
اے جانِ جہاں تجھ سے ہے انجمن آرائی

بے یار تھے، بے کس تھے، محرومِ توجہ تھے
صدیوں کے غلاموں کو حاصل ہوئی گویائی

بے نورِ بصارت تھی اور یورشِ ظلمت تھی
دی تیری ہدایت نے ہر آنکھ کو بینائی

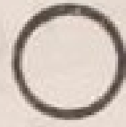
تاریک تھی ہر ساعت، جب تو نہیں آیا تھا
ہر روز ہی شب گزری، ہر روز سحر آئی

تسکینِ دلِ گریاں، درمانِ غمِ عصیاں
اک لطفِ نظر تیرا، اعجازِ مسیحائی

یہ رمز تھی پوشیدہ، سجدے میں فرشتوں کے
ہے عرشِ الٰہی تک انساں کی پذیرائی

پھر کشتیِ مسلم ہے امواجِ تلاطم میں
کب جوش میں آئے گی پھر رحمت بطحائی

شارجہ، ۴ر مارچ ۱۹۹۱ء
پیر، ۱۸ر شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ



محمدؐ ہیں درسِ ہدیٰ دینے والے
اندھیرے دلوں کو جِلا دینے والے

سراجِ منوّر ہیں، مصباحِ حق ہیں
وہ تقدیرِ خُفتہ جگا دینے والے

طبیبِ اَلَم، قاطعِ نا اُمیدی
شکستہ دلوں کو شفا دینے والے

حیاتِ یقیں، موجبِ روحِ ایماں
فنا میں نویدِ بقا دینے والے

سرابِ تذبذب میں نخلِ تیقّن
قیاس و گماں کو مٹا دینے والے

مُعَلّم ، مُزکّی ، صراطِ الٰہی
وہ بندے کو حق سے مِلا دینے والے

دلیل و سرِ کارواں ،میرِ منزل
نہاں منزلوں کا پتا دینے والے

شفیعِ اُمم ، رحمتِ ہر دو عالم
قیامت میں سَر پہ رِدا دینے والے

حبیبِ خُدا اور حبیبِ خلائق
مری نبضِ دل میں صَدا دینے والے

شارجہ
۲۲ر دسمبر ۱۹۸۱ء



یا محمدؐ مدینے بُلا لو
دل ہے بیتاب دل کو سنبھالو

اَب نہیں تاب دُوری کی مجھ کو
اَب بُلا لو گلے سے لگا لو

خاتمُ الانبیاء یا محمدؐ سیّدُ الاَصفیاء یا محمدؐ
تم ہو بدرُ الدُجیٰ یا محمدؐ چادرِ نورُ مجھ پر بھی ڈالو
یا محمدؐ مدینے بُلا لو
دل ہے بیتاب دل کو سنبھالو

اے محمدؐ جہانوں کے والی     سر بسر رحمتِ ربِّ عالی
دید کے منتظر ہیں سوالی     اب تو چہرے سے پردہ ہٹا لو

یا محمدؐ مدینے بُلا لو
دل ہے بیتاب دل کو سنبھالو

کون تم سا فصیح اللّساں ہے     دل میں اُترے جو ایسا بیاں ہے
میں ہوں گردابِ وہم و گماں ہے     کشتیٔ دل کو میری سنبھالو

یا محمدؐ مدینے بُلا لو
دل ہے بیتاب دل کو سنبھالو

صاحبِ آبِ تسنیم و کوثر     شافعِ مذنبیں روزِ محشر
رحمتِ عالمیں سب کے سرور     اپنی رحمت میں مجھ کو چھپا لو

یا محمدؐ مدینے بُلا لو
دل ہے بیتاب دل کو سنبھالو

عمر گزری ہے گمراہیوں میں     کچھ خیالوں میں کچھ وسوسوں میں
سانس گھٹتی ہے تاریکیوں میں     قعرِ ظلمت سے اب تو نکالو

یا محمدؐ مدینے بُلا لو
دل ہے بیتاب دل کو سنبھالو

گردشِ عصر میں ہے مقدّر	شب ہے تاریک اور دل بھی مضطر
اے مدینے کے بدرِ منوّر	نورِ ایمان سینے میں ڈھالو

یا محمدؐ مدینے بُلا لو
دل ہے بیتاب دل کو سنبھالو

میں اسیرِ گناہ و خطا ہوں	طالبِ لطف و مہر و عطا ہوں
سخت عاجز ہوں بے دست و پا ہوں	گر پڑا ہوں مگر تم اُٹھا لو

یا محمدؐ مدینے بُلا لو
دل ہے بیتاب دل کو سنبھالو

آپ کے در پہ نظریں کھڑی ہیں	میرے دل میں اُمیدیں بڑی ہیں
یہ جُدائی کی گھڑیاں کڑی ہیں	یا بلاؤ یا آ کے پتا لو

یا محمدؐ مدینے بُلا لو
دل ہے بیتاب دل کو سنبھالو

اَب نہیں تاب دُوری کی مجھ کو
اَب بُلا لو گلے سے لگا لو



وہ عبدیّت و بندگی کا زَبور[1]
پہ رفعت میں مہمانِ عرشِ حضور[2]

عجب امتزاجِ بشر اور نُور
وہ اِنساں پہ احسانِ ربِّ غفور

اُسی سے ضمیرِ خرد میں شعور
اُسی کا بیاں انشراحِ امُور

---

[1] : زَبور، نوشتہ، کتاب دگویا حضورؐ کتابِ عبدیت تھے، یعنی عبدیت کا مکمل نمونہ) نیز وہ صحیفہ جو حضرت داؤدؑ پر نازل ہوا۔

[2] : حضور، حضورِ باری تعالیٰ۔

شارجہ
۱۱ر جنوری ۱۹۸۳ء



مجھ پر جو مہربان وہ اک ذات ہو گئی
میری تمام زیست خوش اوقات ہو گئی

دل پر جو میرے نور کی برسات ہو گئی
لوحِ حیات پرتوِ آیات ہو گئی

اس طرح دل پہ ثبت ہوا نامِ مصطفےٰ
ہر سانس میری حسنِ عبادات ہو گئی

تیری ہی شمعِ رشد ہے ہر سمت نور بار
چمکی جدھر بھی، قاطعِ ظلمات ہو گئی

نقشِ قدم سے تیرے ملا ہے زمیں کو اَوج
یثرب کی خاک رشکِ سماوات ہو گئی

تیری تجلیوں سے ہی اے نورِ لم یزل
سب کائنات صورتِ مشکوٰۃ ہو گئی

دَر پر ترے وُہ درسِ قناعت مِلا مجھے
اللہ کی رضا ہی مناجات ہو گئی

جاری زُباں پر جو ہُوا اُن کا نام پاک
تطہیرِ قلب و ذہن و خیالات ہو گئی

کیوں منزلِ حیات اَب آساں نہ مُجھ پہ ہو
ہر گام جب وسیلہ وہی ذات ہو گئی

مُسلِم جو موت آئے تو قدموں میں آپ کے
اِک آرزو یہ مرکزِ دعوات ہو گئی



مرحبا خیرُ البشر فخرِ شعارِ بندگی

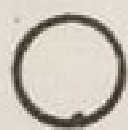
ہر سُخن تیرا حدیثِ افتخارِ بندگی

تُو نے ہی کھولے عبودیت کے اسرار و رموز

لوحِ دِل پر ثبت ہیں نقش و نگارِ بندگی

عبدِ کامل تو، تجھی سے ہے عبادات کو کمال

ہے ترے نقشِ قدم پر ہی مدارِ بندگی



بہت پیار سے حق تے صورت بُنی
رسالت کی رحمت کی مٹّی چُنی
محبّت سے دھوئی تو نوروں بُنی
کیا سرورِ اُخروی و دُنیٰ
ہوتے ہیں نبی و رِشی و مُنی
مگر، کَون عالَم میں اُن سا گُنی!

کراچی
۲۵ر جولائی ۱۹۸۴ء

# سراپاءِ مبارک

لکھوں سراپا میں آج اُس کا، جو میرا ملجا ہے، میرا ماویٰ
جہاں میں جس نے کیا اُجالا، چراغ روشن کیا ہُدا کا

کروں میں خونِ جگر کو پانی، قلم کو یا رب ملے روانی
رہوں سدا محوِ مدح خوانی، غلام ہوں فخرِ دوسَرا کا

کُشادہ چہرہ، جبیں منوّر، فراخ آنکھیں، نہادِ اطہر
نفَس نفَس میں ہے موجِ کوثر، جمالِ رُخ ہے مثالِ صہبا

---

"سراپاءِ مبارک" کے نکات "رحمۃٌ للعالمین" از سلمان منصورپوری اور دوسری مستند روایات سے ماخوذ ہیں، سیرت کے مضامین میں کلام نہیں۔

گھنے گھنیرے سیاہ گیسو، رفیع گردن، مہین ابرو
وقار و تمکیں کے سارے پہلو، صفوں میں لوگوں کی سب سے اقصیٰ

شفیق آنکھیں، شفیق نظریں، دراز پلکیں، دراز زلفیں
کسی کی نظریں نہ رُخ پہ ٹھہریں، وہ رُعب و دابِ حضور والا

وہ دانت جن کی ہے آب موتی، رہینِ منت چمک گہر کی
نظر شفق کی، ادا فلق کی، جلالِ باری، جمالِ مولا

سخن سخن طرزِ دلپزیری، ادا ادا خوئے دلنوازی
جو دل پہ ہو نقش، بات اُس کی، اثر میں ڈوبا کلام سارا

میانہ گامی، میانہ خوئی، کوئی کمی ہے نہ کوئی بیشی
کمالِ صورت، کمالِ سیرت، کمالِ اُسوہ، کمالِ جلوہ

ہزار دل بستگی نظر میں، کلی کلی کھل اُٹھے سحر میں
حیات تازہ ہو بال و پر میں، نگاہ معجز نفس مسیحا

سکوں کا منظر، وہ روئے انور، سحابِ لطف و کرم سراسر
پسینہ صد رشکِ عود و عنبر، جلالِ تمکیں ہے قدِ بالا

لبوں پہ رخشاں کرن سحر کی، لٹائے نورِ ہدیٰ کے موتی
بچھاؤ دامن، پسارو جھولی، کرم کا اس کے کھلا خزانہ

حبیبِ داور، وہ نورِ پیکر، وہ حسنِ ارض و سما کا محور
ہو میرا دل، میری جاں نچھاور، جری، شجیع و جوانِ رعنا

وہ لحنِ شیریں بلند آہنگ، کلام عطر، کمالِ فرہنگ٭
جہاں میں کوئی نہیں ہے پاسنگِ بشر، یہ نوعِ بشر میں یکتا

کمالِ عالم رسا بلاغت، دلوں کو روشن کرے فصاحت
کمالِ مسحور کن وجاہت، مطاعِ عالم، مطیعِ مولیٰ

لبھائے اس کی زبانِ شیریں، وہ جوئے آبِ دہانِ شیریں
رچے دلوں میں بیانِ شیریں، مبین و بیّن، بلیغ و اجلیٰ

---

٭ ۱۔ فرہنگ، یعنی دانائی، عقل

چمن چمن میں کھلا تبسّمُ، جو اُترے سینوں میں وُہ تکلّمُ
مٹیں گمانِ وظن و توہّمُ، نہ داغ کوئی رہے نہ دھبّا

جہانِ لفظ و بیان ہے نادِم، نہیں قلم کی مجال مُسلّم
لکھے ثنائے نبیِؐ خاتمِ رقم محمدؐ کا ہو سراپا



جبینِ محمدؐ سے روشن جہاں
اُسی کا تبسّم ہے آرامِ جاں

اندھیری شبوں میں سراجِ مُنیر
نقیبِ صداقت، بشیر و نذیر



سلام اُن پر کہ جن کے اوج کی وہ ابتدا ہے
جہاں بال و پرِ روح الامیں کی انتہا ہے

سلام اُن پر کہ جن کا رنگِ رُخ رنگِ خدا[1] ہے
انہیں کا حُسن رنگِ زیست میں جلوہ نما ہے

سلام اُن پر دلِ امکان میں جن کی ضیا ہے
انہیں کے ذکر سے آئینۂ دل کی جِلا ہے

---

[1] :۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۔ البقرہ۔
۲ ۔ ۱۳۸ (نہیں تو، اللہ نے اپنے رنگ (دین) میں رنگ دیا ہے۔ اور اللہ سے
بہتر کون رنگ دینے والا ہے (جس کے دین نے رنگِ ایمان کو نکھار دیا ہے۔)

سلام اُس ذات پر جو صاحبِ صبر و رضا ہے
توکّل میں تشکّر میں قناعت میں سوا ہے

سلام اُن پر سخن جن کا حدیثِ ارتقا ہے
وہ جن کا ہر قدم آگے کی جانب ہی بڑھا ہے

سلام اُن پر کہ رحمت اور کرم جن کی ادا ہے
جہاں میں ہر شہنشاہ و غنی جن کا گدا ہے

سلام اُن پر خدا بھی جن کا خود مدحت سرا ہے
ثنا خوانی میں جن کی ہر دو عالم لب کشا ہے

سلام اُن پر کہ جن کی بُوئے تن موجِ صبا ہے
حریمِ زندگی میں اک شمیمِ جاں فزا ہے

فضا رجہ



سلام اے مصطفےٰ، مقبول و محبوبِ الٰہی
عریسِ بزمِ عالم، زینتِ اورنگِ شاہی

سلام اے منبعِ لطف و کرم والا نگاہی
سلام اے مرجعِ دل خستگاں عالم پناہی

سلام اے صاحبِ عزّ و شرف اے عرش جاہی
سلام اے اسراء و معراج کے بے مثل راہی

سلام اے سایہ گسترِ عاطفِ و ظلّ الٰہی
مرادِ عاشقاں، مطلوبِ عالم، میرے ماہی

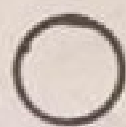


جمالِ نورِ خدا مُجسّم
حضورِ ربِّ عُلا مُکرّم

حریمِ کَونَین میں مُقدّم
عریسِ محفل وہ گھر کا محرم

اُسی سے بزمِ جہاں مُنظّم
وہی ہے شیرازہ بندِ عالم

لطیف و مُشفِق مثالِ شبنم
گراں بہ دُشمن بدوست ریشم



سلام اُن پر جو ہیں آقا محمد مُصطفےٰ
وہی ہیں مُنتخب، مُشفِق، مُصدّق مُجتبےٰ

سلام اُن پر جو ہیں ہر دو جہاں کے مُقتضیٰ
خدا راضی ہے اُن سے وہ خدا کے مُرتضیٰ

سلام اُن پر جو ہیں بزمِ ازل کے مُبتدا
جو ہیں وحی و نبوت کی لڑی کے مُنتہیٰ

سلام اُن پر جو ہیں ہر ماسِوا کے مُقتدیٰ
نہیں کچھ بھی خدا کے بعد جن سے ماوریٰ

سلام اُن پہ جو ہیں عالمِ اماں، کہفُ الوریٰ
انہیں کا تاج ہے اعلیٰ، وہی صدرُ العُلیٰ

سلام اُن پہ جو ہیں سر تا قدم نورُ الھُدیٰ
کہا حق نے بھی جن کے نام پر صلِّ علیٰ

سلام اُن پہ جو ہیں خیرُ البشرؐ، خیرُ الوریٰ[1]
جِلو میں جن کی ہیں روحُ القدُس، صاحبِ قوّیٰ

سلام اُن پہ کہ جن سے ماند ہے بدرُ الدُّجیٰ[1]
ہے مِنّت کش اُنہیں کے حسُن کا شمسُ الضُّحیٰ[1]

---

[1]: ـ یہ تراکیب القابِ رسولؐ کے بجائے اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوئی ہیں



سلام اُن پر جنہیں اللہ نے خود بھی سراہا
ازل سے تا ابد کون و مکاں نے جن کو چاہا

سلام اُن پر مبارک نام ہیں سارے اُنہیں کے
محمدؐ، احمدؐ و نورِ ہُدیٰ، یاسین وطٰہٰ

سلام اُن پر مٹا ڈالا جنہوں نے ہر تذبذُب
صراطِ مُستقیمِ حق بنا دل کا دوراہا

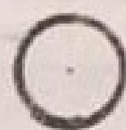
سلام اُن پر جو ہیں چارہ گرِ قلبِ شکستہ
وہی زخموں پہ رکھیں مرہمِ رحمت کا پھاہا



محمدؐ کہ ہے دو جہاں کی اماں
محن میں سکون و قرارِ دلاں

سَروں پر کڑی دھوپ میں سائباں
کیے دُور سب حس نے وہم و گماں

مُشقّت ہو ہم پر تو اُس پہ گراں
"حَرِیصٌ عَلَیکُم" کی شرح و بیاں



کارواں کو اب کسی مشعل کی بھی حاجت نہیں
منزلوں پر پڑ رہی ہے نامہ بَر کی روشنی
ہے منوّر اُس سے ہی ہر ایک فانوسِ خیال
اُس کے لب سے پھوٹتی ہے ہر سحر کی روشنی



محمدؐ سے فکر و نظر آب دار
محمدؐ سے ہے معرفت کی بہار
دُرخشندہ اِدراک کی رہ گزار
ہری دانشِ و فہم کی کِشت زار

محمدؐ سے روشن فنون و حِکَم
یقین و خِرَد کا وہ ربطِ بہم

کراچی
۹ر جولائی ۱۹۸۴ء

# حلیمہ محمدؐ کو گود لیتی ہیں

## آوازِ سروش

حلیمہ نے لوری محمدؐ کی گائی
کلی اُس کی تقدیر کی مُسکرائی

گھٹا رحمتوں کی حلیمہ پہ چھائی
بہار اُس کے ویراں گلستاں میں آئی

عجب رُوح پرور تھا نامِ محمدؐ
کہ تھی کثرتِ حمد کی جلوہ زائی

وہ محمودِ عرشِ بریں کی بشارت
عجب اسمِ احمدؐ میں تھی دِلرُبائی

جو دیکھا وُہ حُسن و جمالِ مجسّم
خدائی کی دولت حلیمہ نے پائی

ذرا مُسکرائے جو ننھّے محمدؐ
ہوئی جان و دل سے حلیمہ فدائی

نہ ہے یہ مقدّر نہ ہے اوجِ قسمت
بنی ہے حلیمہ محمدؐ کی دائی

ہوئی اُس کی آغوش پُر برکتوں سے
جہانوں کی رحمت ہے جھولی میں آئی

بنُو سَعد کا آج چمکا ستارہ
حلیمہ کی تاریک شب جگمگائی

نہ باقی رہی تنگی و خُشک سالی
جو سوکھی تھی کھیتی وہ پھر لہلہائی

ہُوا دشت میں چشمۂ شیر جاری
مُغیلاں میں بھی شہد کی فصل آئی

ہوئے غنچہ و گُل نثارِ تبسّم
صبا نے فضاؤں میں خوشبو لُنڈھائی

مِلا جو اُسے گوہرِ گنجِ ہاشم
حلیمہ نہ جامے میں پھُولی سمائی

خوشی سے زمیں پر نہ پڑتے تھے پاؤں
حلیمہ مسرّت سے یوں گُنگنائی

---

ؔ مستند روایات کے مطابق حلیمہ کی چھاتیوں میں بہت کم دُودھ تھا، حضورؐ کو گود میں لیتے ہی اتنی فراوانی ہوئی کہ ٹپکنے کو آ گیا، حلیمہ کی اونٹنی جس کا دُودھ نہ ہونے کے برابر تھا، کثرت سے دُودھ دینے لگی، جو گھر بھر کی سیری کے لئے کافی تھا، سواری کی مریل سی گدھی اس بابرکت سوارؐ کے باعث تیز رفتار ہو گئی، اور بنو سعد کی دوسری عورتوں کی سواریوں سے آگے نکل گئی، بنو سعد کے کھیتوں اور گلیوں میں بہت برکت ہوئی اور بارانِ رحمت سے غلّہ کی بہتات ہوئی۔

## محمدؐ کی لوری

میٹھی نیند محمدؐ سو جا
اے کونین میں امجدؐ سو جا
میٹھی نیند محمدؐ سو جا

تُو ہے سارے جگ کا سرور
تُو ہے کُل دُنیا کا رہبر
سب سے اُونچا رُتبہ تیرا
اے معراج کی سرحد سو جا
میٹھی نیند محمدؐ سو جا

نعت کا اِتمام محمدؐ
تُو ہے خیرِ اَنام محمدؐ
عرش درُود کا مینہ برسائے
میری دولتِ سرمَد سو جا
میٹھی نیند محمدؐ سو جا

رَب نے تجھُ کو رفعت بخشی
تُو نے ہم کو عزّت بخشی
سوئی قسمت جاگ اُٹھی ہے
سعد ہے تیری آمد سوجا
میٹھی نیند محمدؐ سوجا

تیرا نُور ازل سے روشن
تُو ہے ہر اِک دل کی دھڑکن
تُو حاصِل ہنگامۂ کُنؔ کا
تُو ہے گوہرِ مقصد سوجا
میٹھی نیند محمدؐ سوجا

تجھ سا اور زعیم نہ کوئی
صاحبِ خُلقِ عظیم نہ کوئی
کوئی نہیں ہے تیرا ہمسر
اے سب سے بالا قد سوجا
میٹھی نیند محمدؐ سوجا

---

ٔ:۔ اِذَا قَضیٰٓ اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ آل عمران۔
۳ ۔ ۴۷، جب اللہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس سے کہتا ہے "ہوجا" اور وہ ہوجاتا ہے۔

سوکھی کھیتی پھر لہرائی
رحمت کی بدلی ہے چھائی
سعدؔ قبیلے کے دن چمکے
میرے بھاگ ہیں اسعدؔ سوجا
میٹھی نیند محمدؐ سوجا

بہتی ہیں اب دُودھ کی نہریں
دانوں سے بھرپور ہیں بالیں
فصل کے ایسے چشمے پھُوٹے
جن کا انت نہ کچھ حدؔ سوجا
میٹھی نیند محمدؐ سوجا

دنیا سوئے اور تُو جاگے
ٹُوٹے ہیں ظلمات کے دھاگے
بکھرا کُفر کا تانا بانا
اے ہر باطل کے ردؔ سوجا
میٹھی نیند محمدؐ سوجا

---

ؔ۔ مائی حلیمہ کے قبیلے کا نام، بنو سعد

مَیں قربان، مَیں تیرے واری
آ میری تقدیر سنواری
تُو ہے ڈھال ہر اِک مُشکل کی
ہر اِک آفت کی سَد، سو جا
میٹھی نیند محمدؐ سو جا

تجھ پر لاکھ سلام محمدؐ
رُوئے زمیں پر نام محمدؐ
محمود و محبوب خدا کے
عرشِ بریں کے احمدؐ سو جا
میٹھی نیند محمدؐ سو جا

میٹھی نیند محمدؐ سو جا
اے کونین میں امجدؐ سو جا

شارجہ
۲۹/۳/۸۳

# منقبتِ بتولؓ

مظہر جو رحمتوں کا ترا گھر ہے فاطمہؓ
وا روضۂ جناں میں ترا در ہے فاطمہؓ

تجھ سے رہی ہے آنکھ میں ٹھنڈک رسولؐ کی
تو نورِ چشمِ احمدِ سرور ہے فاطمہؓ

زُہرہ[1] ہے، گُل ہے، پھول ہے، خوشبو کی موج ہے
باغِ دلِ رسولؐ کا جوہر ہے فاطمہؓ

خیر النساء، کہ سیدہ زہرا[2] ہو یا بتولؓ
جو بھی ہے تیرا نام وہ برتر ہے فاطمہؓ

---

۱ ؎ زُہرہ، پھول، ۲ ؎ زَہرا، روشن، لقب حضرت فاطمہؓ

چکّی سے دستِ بانوئے جنّت ہیں لالہ زار
سلطانِ کائنات کی دُختر ہے فاطمہؓ

آسودگیٔ تشنہ لبِ کربلا نہ پوچھ
خود منتظر وہ ساقیٔ کوثر ہے فاطمہؓ

تیرے ہی گھر سے آئی ہے رسم و رہِ وفا
ایثار کی جبیں کا تُو زیور ہے فاطمہؓ

فرزند و زوج حرمتِ دیں پر ہوئے نثار
قربانیوں کا، گھر ترا مظہر ہے فاطمہؓ

ہنس ہنس کے خارِ زیست سے مُسلم لیے ہیں زخم
حُسنِ گُلِ خلوص کی پیکر ہے فاطمہؓ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط
یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا



اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ
حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰہُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

